بِسم اللہ الرحمن الرحیم٘   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَد نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدرٍ وَّ اَنتُم اَذِلَّۃٌ

جلد46   شمارہ 20/21

ہفت روزہ
بدر
قادیان
خلافت نمبر

The Weekly BADR Qadian

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 100روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20پونڈیا40ڈالر
امریکن۔بذریعہ
بحری ڈاک10پونڈ
یا20 ڈالر امریکن۔

7/14 محرم 1417ہجری 1376ہش 15/22 مئی 1997ء

ہفت روزہ بدر قادیان-143516

اخبار احمدیہ

لنڈن ۹ مئی (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل)
سیدنا حضور پر نور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ حضور نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حضور نے عبادات اور آپسی اتحاد اور محبت اور لقاء الٰہی کیطرف احباب جماعت کو خصوصی توجہ دلائی۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب دعائیں کرتے رہیں۔

اُمتِ محمدیہؐ کے ساتھ دائمی خلافت کا وعدہ ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا

ارشاد باری تعالیٰ

وعد اللّٰہُ الَّذینَ اٰمنُوا مِنکُم وَعمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَستخلِفنَّھُم فِی الارض کَمَا استَخلَفَ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُم دِینَھُمُ الَّذِی ارتَضیٰ لَھُم وَلَیُبَدِّلَنَّھُم مِن بَعدِ خَوفِھِم اَمنًا یعبُدُونَنی لا یشرِکُونَ بِی شَیئًا وَمَن کَفَر بَعدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الفٰسِقُون۔ (النور آیت ۵۶)

ترجمہ :۔ اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور اُن کے دین کو جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے تمکنت عطا کرے گا۔ اور اُن کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔ جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمان قرار دیئے جائیں گے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللّٰہ ان تکون ثم یرفعھا اللّٰہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ماشاء اللّٰہ ان تکون ثم یرفعھا اللّٰہ تعالیٰ ثم تکون ملکا عاضا فتکون ماشاء اللّٰہ ان تکون ثم یرفعھا اللّٰہ تعالیٰ۔ ثم تکون ملکا جبریۃ فتکون ماشاء اللّٰہ ان تکون ثم یرفعھا اللّٰہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ثم سکت۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

"یعنی اے مسلمانو! تم میں یہ نبوت کا دور اُس وقت تک قائم رہے گا۔ جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے۔ اور پھر یہ دور ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد خلافت کا دور آئے گا۔ جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی (اور گویا اس کا تتمہ ہوگی) اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دور آئے گا۔ اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا۔ جو خواہ ظلم کے طریق سے اجتناب کرے مگر وہ جمہوریت کے اصول کے خلاف ہوگی۔ اور پھر اس رنگ کی حکومت اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔"

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ خدا تعالیٰ کی سُنت ہے۔ اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حُجت زمین پر پوری ہو جائے۔ اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اُس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قُدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قُدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قُدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مُرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قُدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مُرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قُدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُم دِینَھُمُ الَّذِی ارتَضیٰ لَھُم وَلَیُبَدِّلَنَّھُم مِن بَعدِ خَوفِھِم اَمنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔ جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اُس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے۔ اور ایک اُن میں سے مُرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قُدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے، کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جبتک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قُدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جبتک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ (الوصیۃ)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان ::

لا اله الا الله محمد رسول الله

خلافت اسلامی......خدا کے ہاتھ کا پودا

"خلافت کے قیام کیلئے کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض"

مندرجہ بالا عنوان پر مولانا عظر یف شہباز ندوی صاحب کا مضمون ہفت روزہ نئی دنیا ۴ر تا ۱۰ مارچ ۹۷ صفحہ ۲ اس وقت ہمارے سامنے ہے جس میں آپ نے موجودہ دور میں قیام خلافت کی ضرورت بیان کر کے اس کا انکار کرنے والوں کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے خلافت کی حقیقت وضرورت پر زور دیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ "خلافت اس نظام کا نام ہے جسے خالق کائنات کے احکامات کے مطابق اس کے فرمانبر دار بندے چلائیں گے گویا اصل حکمران خالق کائنات ہی ہے قانون اور حکم بھی اس کا چلے گا اور فرمانبر دار بندہ اس کی نیابت اور قائم مقامی کرتے ہوئے اس نظام کو چلائے گا اسی لئے وہ خلیفہ کہلاتا ہے"

خلافت کی یہ تشریح کر کے موصوف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چونکہ کائنات خدا نے بنائی ہے لہذا اسی کا حکم و قانون اس پر چلنا چاہئے۔ ہر مسلم اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے لہذا اس کا فرض ہے کہ اس کے حکم کے نفاذ کی کوشش کرے اس لحاظ سے خلافت کا قیام ہر مسلمان کی ذمہ داری قرار پاتی ہے خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں رہتا ہو۔

مخالفین خلافت سے استفسار کرتے ہوئے موصوف نے لکھا کہ "کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ بغیر خلافت کے کیا حدود اللہ کا نفاذ ممکن ہے؟ چور کا ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے؟ زانی کو سنگسار کیا جا سکتا ہے؟ شرابی کو درے لگائے جا سکتے ہیں؟ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا احتساب ممکن ہے؟ اور میں اس سے آگے بڑھ کر پوچھتا ہوں کہ کیا ارکان اسلام خواہ نماز ہو' زکوٰۃ ہو یا کچھ معیاری شکل میں انجام پا سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں' خلافت ختم ہوئی تو کیا زکوٰۃ کا اجتماعی نظم اور اس کے مطلوبہ فوائد ختم نہیں ہو گئے۔ اسی طرح دشمنان اسلام کو نیست و نابود کرنے کیلئے امت کو جس مرکزیت کی ضرورت ہے کیا وہ خلافت کے علاوہ کسی اور شکل میں حاصل ہو سکتا ہے شعائر اللہ کی حفاظت کا فریضہ کیا خلافت کے ادارے کے علاوہ کوئی اور باحسن طریق ادا کر سکتا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر کہ فساد فی الارض کا خاتمہ اور عدل وانصاف کا قیام کیا کسی اجتماعی قوت کے بغیر ممکن ہے؟ جب ان پہلوؤں سے آپ غور کریں گے تو لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ خلافت کے بغیر اسلام ادھورا رہ جاتا ہے بلکہ نعوذ باللہ لنگڑا' لولا بن جاتا ہے اور اس کے اپنی مکمل شکل میں جلوہ گر ہونے کیلئے خلافت علی منہاج نبوۃ کا قیام انتہائی ضروری ہے' اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت ایسے اقتدار کی دعا فرمائی تھی جو احکامات الٰہی کی بجا آوری میں اور دشمنان اسلام کا زور توڑنے میں مددگار ثابت ہو چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے السیاسة الشرعیة میں لکھا ہے "حکومت اسلامیہ کا قیام دین کا بلند ترین فرض ہے بلکہ اس کے بغیر دین قائم ہی نہیں ہو سکتا ہے صفحہ ۱۶۱)

اس کے بعد موصوف نے آیت قرآنی' یا یھاالذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم (النساء ۵۹) اور حدیث نبوی من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاھلیة (مسلم) کے حوالے سے مسلمانوں کی حالت پر افسوس کیا ہے کہ ذرا اپنی پوزیشن کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ہم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ ہمارا "اولی الامر" رہ گیا ہے اور نہ ہی ہماری گردنوں میں کسی بیعت کا قلادہ ہے خدانخواستہ اگر ہماری اسی حالت میں موت ہو گئی تو کیا ہم جاہلیت کی موت مرنے والوں میں سے نہیں ہوں گے؟ اور "اولی الامر" کی اطاعت کے حکم سے روگردانی کرنے والے قرار نہ پائیں گے؟۔

اسی طرح تاریخ اسلام کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ خلیفہ کا تقرر اتنی دینی و شرعی اہمیت رکھتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فرط رنج والم میں مبتلا ہونے کے باوجود سب سے پہلے صحابہ نے خلیفہ کا انتخاب کیا پھر آپ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے یہ صرف صحابہ پر ہی لازم نہ تھا بلکہ قیامت تک مسلمانوں پر لازم ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" میں صراحت فرمائی ہے۔ "قیامت تک مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ ایسے خلیفہ کا تقرر کریں جس کے اندر خلافت کی شرائط موجود ہوں (صفحہ ۳)

آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں کہ خلافت کی یہی وہ ضرورت واہمیت اور شرعی حیثیت ہے کہ ہر زمانے میں تمام علماء کرام اور مکاتب فکر کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ اس کا قیام امت پر فرض ہے بگڑی ہوئی شکل میں بھی اسے غنیمت سمجھا اور اپنے آپ کو اس سے وابستہ رکھنا باعث افتخار سمجھتے رہے یہی وجہ ہے کہ خلافت عثمانیہ جب یہودیوں اور انگریزوں کی سازشوں کا شکار ہو کر زوال پذیر ہونے لگی تو ساری دنیا کے مسلمانوں نے اس کی بقاء و تحفظ اور احیاء کیلئے صدائے احتجاج بلند کی اور قربانیاں دیں حتی کہ انگریزوں کے ماتحت ہونے کے باوجود خود ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت چلائی اور اسے اپنا فرض سمجھتے ہوئے ساری صلاحیتیں اس کے لئے جھونک دیں شائد یہ جان کر آپ کو تعجب ہو کہ مسالک و مکاتب فکر کے اختلاف کے باوجود تمام سر بر آوردہ لوگ اس تحریک میں شامل تھے اور جی جان سے لگے ہوئے تھے خود اس وقت جتنی اسلامی تحریکات چل رہی ہیں ان میں سے کون قیام خلافت کی منکر ہے؟ خواہ دنیا کے کسی گوشے میں وہ تحریکیں چل رہی ہوں یہ ضرور ہے کہ تعبیرات الگ الگ ہیں کوئی حکومت الٰہیہ کہتا ہے کوئی اقامت دین کہتا ہے' کوئی دین کو زندہ کرنا کہتا ہے اور کوئی خلافت قائم کرنا کہتا ہے لیکن سب کی اسپرٹ ایک ہی ہے آپ ذرا جمیعت العلماء ہند کا ابتدائی دستور اٹھا کر دیکھئے اس کے اندر صاف صاف خلافت کی بات کہی گئی ہے پھر بھی یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ یہ آواز صرف چند سر پھروں کی ہے سوائے لوگوں کو فریب دینے کے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہوتی یا ان کی جہالت کی عکاسی کرتی ہے۔ (ہفت روزہ نئی دنیا ۴ تا ۱۰ مارچ ۹۷)

موصوف کے بیان کردہ دلائل اس اعتبار سے درست ہیں کہ۔

☆ قیام خلافت نہ صرف عقلی بلکہ شرعی لحاظ سے بھی ضروری بلکہ واجب ہے۔

☆ جو لوگ اس کے قیام کی باتیں کر رہے ہیں وہ دیوانے اور پاگل نہیں بلکہ امت محمدیہ کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔

☆ اگر پہلے لوگوں میں خلافت ممکن تھی تو آج کیوں ممکن نہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دور میں دوبارہ خلافت علی منہاج نبوۃ کے قیام کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ مشرق و مغرب میں قیام خلافت کی مختلف رنگ میں بہت کوششیں کی گئی ہیں لیکن سب بے سود رہیں اور آئندہ بھی جتنی کی جائیں گی انکا حشر بھی پہلے جیسا ہی ہوگا کیونکہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور تاریخ انبیاء سے یہ بات ثابت ہے کہ خدا ہی اب تک خلیفہ بناتا آیا ہے اور جو خدا کے قائم کردہ خلیفہ کا انکار کرتا ہے ناکامی و نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے پس قیام خلافت ضروری اور انتہائی ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے احکام و اصولوں کو اختیار کرنا پڑے گا مسلمانوں کے ساتھ تو خلافت کے قیام کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

ارشاد باری ہے :۔

وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم (النور ۵۵) یعنی ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ مذکورہ آیت ربانی میں واضح ارشاد ہے کہ۔

۱۔ خلافت مومنوں کے ساتھ ایک مشروط وعدہ ہے۔

۲۔ جو ایمان اور اعمال صالحہ کی شرائط کے ساتھ بندھا ہے۔

۳۔ جب مسلمانوں کی جماعت مومنین ہوگی اور ان میں ایمان اور اعمال حالحہ کے تمام تقاضے پورے ہوں گے تو پھر خلافت کی عطاء ایک پکا وعدہ الٰہی ہے جس کو عربی گرائمر کے مطابق نون ثقیلہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والی مومن جماعت میں اللہ تعالیٰ ضرور بضرور خلافت کی نعمت عطا فرمائے گا۔

اس آیت کی روشنی میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے مسلمانوں میں خلافت کا فقدان۔

۱۔ ان کے مجموعی اعتبار سے مومن قوم نہ ہونے کی علامت ہے۔

۲۔ یہ امر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ آج حقیقی ایمان اور اعمال صالحہ مسلمانوں میں ختم ہو چکے ہیں بس یہی ایک وجہ ہے کہ مسلمان بحیثیت قوم خلافت کے اس وعدہ الٰہی سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے متعلق فرماتا ہے ان الله لا يُخلِف الميعاد کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

پس مسلمانوں کو اپنے اندرون میں جھانکنے کی ضرورت ہے اور اس بات کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کہیں خدا کا فضل ایک ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والی جماعت میں ظاہر تو نہیں ہو چکا جس کا انکار کر کے وہ قعر مذلت میں گرتے جا رہے ہوں۔ کتنی تعجب کی بات ہے کہ پھر بھی مسلمان خدا کی قائم کردہ خلافت سے آنکھیں موند کر حسرتوں سے آہیں بھرتے ہیں اور مختلف خود ساختہ انجمنیں و جماعتیں کبھی خود کوشش کرتی ہیں اور کبھی اسلامی حکومت کے حکمرانوں سے اس کے لئے ہاتھ پھیلاتی ہیں اور وہ بھی امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین بننے کے خواب دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ آخر مسلم دانشور کیوں نہیں سمجھتے کہ خلیفہ بنانا ان خود ساختہ انجمنوں کے قائدین کے بس کا روگ نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور اسی کیلئے سزاوار۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کس قدر پر شوکت الفاظ میں عالم اسلام کو متنبہ فرماتے ہیں۔

"سارا عالم اسلام مل کر زور لگالے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے اور خدا کی پسند اس شخص پر خود انگلی رکھتی ہے جسے وہ صاحب تقویٰ سمجھتا ہے اس کے بعد پھر وہ متقیوں کا ایک گروہ اپنے گرد پیدا کرتا ہے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲/ اپریل ۱۹۹۳)

"یاد رکھیں کہ آپ کی وحدت خلافت سے وابستہ ہے اور امت واحدہ بنانے کا کام خلافت احمدیہ کے سپرد ہے اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ میں خدا کی قسم کھا کر اس مسجد میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ کی غلام امت واحدہ بنانے کا کام خدا تعالیٰ نے اس دور میں خلافت احمدیہ کے سپرد کر دیا ہے جو اس سے تعلق کاٹے گا وہ امت واحدہ سے اپنا تعلق کاٹ لے گا اس کی کوئی کوشش خواہ نیکی کے نام پر ہی ہو کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگی۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/ جولائی ۹۳)

پس اے قیام خلافت کے خواہش مندو! اے امام زمان کی بیعت کے متمنی مسلمانو! خدا کی قائم کردہ خلافت کے جھنڈے تلے آجاؤ جو کہ سو سال سے زائد عرصہ ہوا تمہیں سخت دھوپ اور آسمانی و زمینی مصیبتوں سے محفوظ رہنے کیلئے ٹھنڈے سائے میں دن رات پکار رہے ہیں۔

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں منصب امامت پر فائز فرمایا ہے اور خلافت علی منہاج نبوۃ کا وعدہ پورا کرتے ہوئے نعمت خلافت ایک بار پھر مومنین کو عطا فرمائی ہے اور سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی قیادت میں وہ اپنی تائیدات و نصرتوں کے ساتھ دن رات بے شمار انوار و برکات عطا فرما رہا ہے۔ جس سے دنیا بھر کے مسلمان خلافت سے محرومی کے نتیجہ میں بے نصیب ہیں

حضور تمام مسلمان بھائیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں "آخری پیغام میرا یہی ہے کہ وقت کے امام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ خدا نے جس کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو وہی ہے جو تمہاری سربراہی کی اہلیت رکھتا ہے اس کے بغیر اس سے علیحدہ ہو کر تم ایک ایسے جسم کی طرح ہو جس کا سر باقی نہ رہا ہو بظاہر جان ہو اور عضو پھڑک رہے ہوں بلکہ درد و تکلیف سے بہت زیادہ پھڑک رہے ہوں لیکن وہ سر موجود نہ ہو جس کو خدا نے اس جسم کی ہدایت و راہنمائی کیلئے پیدا فرمایا ہے پس واپس لوٹو اور خدا کی قائم کردہ سیادت سے اپنا تعلق باندھو خدا کی قائم کردہ قیادت کے انکار کے بعد تمہارے لئے کوئی امن و فلاح کی راہ باقی نہیں۔ اس لئے دکھوں کا زمانہ لمبا ہو گیا۔ واپس آؤ توبہ و استغفار سے کام لو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں خواہ معاملات کتنے بھی بگڑ چکے ہوں اگر آج تم خدا کی قائم کردہ قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر لو تو نہ صرف یہ کہ دنیا کے لحاظ سے تم ایک عظیم طاقت کے طور پر ابھرو گے بلکہ تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ نو کی ایسی عظیم تحریک چلے گی کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی اور وہ بات جو صدیوں تک پھیلی ہوئی دکھائی دے رہی ہے وہ

(باقی صفحہ 15 کالم نمبر 1-2 پر ملاحظہ فرمائیں)

تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے ... جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علتِ غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسولِ کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے پھر اس کے بعد دنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پرواہ نہیں۔ (شہادۃ القرآن)

سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ (الوصیت)

خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریمؐ نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیوں کہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔ (شہادۃ القرآن)

فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ

آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابو بکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب علیہ السلام کے بعد خلیفہ کیا... پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے تو پھر کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کام میں روک ڈالے... میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دیگا۔

اللہ تعالیٰ کی مشیّت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا کہ مجھے تمہارا امام اور خلیفہ بنا دیا اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے جھکا دیا اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے نتیجہ سے بھی آگاہ رہو... اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اسکی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو۔ (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

سب برکتیں خلافت میں ہیں ... تم خلافت حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ

اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے تم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں اور بھی اونچا کرے۔ اور اس جہان میں بھی اونچا کرے تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو۔ احمدیت کے مبلغ اسلام کے سچے سپاہی ثابت ہوں اور اس دنیا میں خدائے قدوس کے کارندے بنیں۔ کیا ہمارا خدا اتنی بھی طاقت نہیں رکھتا جتنا کہ حضرت مسیح ناصری رکھتے تھے۔ مسیح ناصری تو ایک نبی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار تھے۔ خدا تعالیٰ ان کی سرداری دونوں جہان میں قائم رکھے اور ان کے ماننے والوں کا جھنڈا کبھی نیچا نہ ہو اور وہ اور ان کے دوست ہمیشہ سربلند رہیں۔ (الفضل ۲۰ مئی ۱۹۵۹ء)

ہم نے ساری دنیا کو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

اگلے نو سال جو ہیں ہماری زندگی کے وہ بڑے اہم ہیں مشکل بھی ہیں ایک معنی میں لیکن اتنی رحمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں کہ اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی واسطے ہر چیز کو بھول کر... ایک زندگی گزارو اور وہ دین اسلام کو کو غالب کرنے کی جو مہم ہے اسے کامیاب کرنا... ایک فرد نہیں سارا خاندان (اور خاندانوں کا مجموعہ ہی جماعتیں اور قومیں بنا کرتی ہیں) ایک ہو کر انتہائی کوشش کرے... ایک جہت ہماری مقرر ہے خدا تعالیٰ کے عشق میں اور نبی کریم کی محبت میں دیوانہ ہو کر ایک مقصد سامنے ہے کہ ہم نے ساری دنیا کو محمد ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے۔ (خطاب ۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء جلسہ سالانہ ربوہ)

آئندہ انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا

کوئی بدخواہ اب خلافت کا بال بیکا نہیں کر سکتا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس مخالفت کے بعد جو اگلی مخالفت مجھے نظر آرہی ہے وسیع پیمانے پر وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں ہے اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں ہوں گی اتنی ہی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں لکھی جائے گی۔

مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا۔ میں آئندہ آنے والے خلفاء کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر سے مظاہرے کرنا اور کسی دُنیا کی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا۔ اور نشان مٹا دے گا ان کا دنیا سے۔ جماعت احمدیہ نے بہر حال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی۔ (بدر ۲۳ اگست ۱۹۸۴ء)

آئندہ انشاء اللہ خلافتِ احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ کوئی بدخواہ اب خلافت کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جماعت اسی شان سے ترقی کرے گی۔ خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی۔ (خطبہ جمعہ ۱۸ جون ۱۹۸۲ء)

خطبہ جمعہ

اگر مغفرت چاہتے ہو، اگر تمام گناہوں سے کلیةً نجات چاہتے ہو تو خدا کی رحمت سے تعلق جوڑے بغیر یہ ممکن نہیں ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۷-مارچ ۱۹۹۷ء بمطابق ۷-امان ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -
الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -
اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

وَعِبَادُ الرَّحْمَانِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمْ
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلاَمًا* وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا*
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا* إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا* وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ
يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا* وَالَّذِينَ لاَ يَدْعُونَ
مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلا بِالْحَقِّ
وَلاَ يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا* يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا* إِلاَّ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً
صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا* وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا*
وَالَّذِينَ لاَ يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا*
وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا*
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا* أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا
وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلاَمًا* خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا
وَمُقَامًا* قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلاَ دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ
فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا*

(سورہ الفرقان آیات ۶۴ تا ۷۸)

گزشتہ چند خطبات میں "قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله" کی آیات کے حوالے سے توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کا مضمون بیان کیا جا رہا ہے جس کا آخری نتیجہ یہ بیان فرمایا گیا کہ " ان الله یغفر الذنوب جمیعاً" اللہ تعالیٰ تمام تر گناہوں کو کلیةً بخشنے کی طاقت رکھتا ہے اور اگر وہ تمہاری توبہ کو قبول فرمالے تو پھر بے انتہاء فضل ہیں جو تم پر نازل ہوں گے اور اللہ کو تم غفور اور رحیم پاؤ گے، بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا-اس مضمون کے حوالے سے چند باتیں میں گزشتہ خطبات میں پیش کر چکا ہوں-اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عباد الرحمٰن کی اصطلاح قرآن کریم نے دراصل ایسے ہی بندوں کے لئے استعمال فرمائی ہے جن کا اس آیت میں ذکر ہے "قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله" اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا، دراصل رحمانیت کی طرف حرکت کرنے کی طرف توجہ دلا رہا ہے-اگر مغفرت چاہتے ہو، اگر تمام گناہوں سے کلیةً نجات چاہتے ہو تو خدا کی رحمت سے تعلق جوڑے بغیر یہ ممکن نہیں ہے اور جب خدا کی رحمت سے تعلق جوڑتے ہیں تو عباد الرحمٰن بنتے ہیں، رحمان خدا کے بندے-اور یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے کہ آپ سمجھ بیٹھیں کہ ہم نے توبہ کر لی اب ہم رحمان خدا کے بندے بن گئے ہیں- قرآن کریم نے تفصیل سے رحمان خدا کے بندوں کی علامتیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ہر ایک ہمارے لئے کسوٹی ہے اگر وہ ہم میں پوری ہے یا ہم اس کسوٹی پر پورا اترتے ہیں تو رحمان خدا کے بندے ہیں اگر نہیں تو محض خیالات کی جنت میں بسنے کی کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہتی-

پس کلام الٰہی اتنا کامل اور اتنی تفصیل سے مضامین کے ہر پہلو کو روشن کرنے والا ہے کہ کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں چھوڑتا- پس بعض اور مضامین بھی اس سے تعلق رکھنے والے خدا نے توفیق دی تو میں بیان کروں گا مگر آج میں عباد الرحمان کے حوالے سے قرآن کریم کی بیان فرمودہ وہ علامتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن کو دیکھ دیکھ کر آپ نے قدم آگے بڑھانے ہیں- جیسے مشکل راستوں پر جگہ جگہ نشان لگے ہوتے ہیں، وہ تیر کا نشان، رخ بتاتا ہے کہ یہ رستہ ہے، وہ رستہ نہیں اور اگر نشان نہ لگے ہوں تو آپ بھٹکتے بھٹکتے کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گے-روزمرہ کی ہماری جو خدام الاحمدیہ کی کھیلیں ہوتی ہیں سائیکل ریس ہو یا پیدل لمبا سفر کرنا ہو تو خدام بڑی محنت سے ایک دن پہلے وہ نشان لگا دیتے ہیں اور ذرا آنکھ چوکی اور انسان کسی اور سڑک پر چل پڑا- تو قرآن کریم اتنا منظم نظام پیش کرتا ہے، حیرت انگیز منظم تعلیم پیش کرتا ہے کہ جگہ جگہ وہ نشان لگے ہوئے ہیں کہ دیکھو یہاں جا کر اس طرف مڑ کر Move کرنا ہے، یہاں سے اس طرف مڑنا ہے قدم بھٹک نہ جائیں اپنا جائزہ لیتے رہو تم صحیح رستے پر ہو بھی کہ نہیں- تو وہ جو لمبی سڑک ایک عام انسان کی توبہ سے شروع ہو کر عباد الرحمان تک پہنچا دیتی ہے اس کے یہ نشان ہیں جو قرآن کریم کی ان آیات نے آپ کے سامنے کھولے ہیں-اور پہلا نشان اس کا انکساری ہے- تکبر سے خالی ہو جاتے ہیں-اور یہ سب سے پہلے اس لئے رکھا کہ عبد بننے کے لئے تکبر سے کلیةً نجات لازم ہے کیوں کہ کسی کے سامنے انسان کوئی بھی اپنا تکبر رکھتے ہوئے سر جھکا نہیں سکتا-اپنی بڑائی کا ادنیٰ بھی تصور ہو تو کسی اور کے سامنے سر خم کرنے کے رستے میں حائل ہو جائے گا-

فرمایا "و عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هوناً" وہ تو بڑی منکسر مزاجی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں-ان کے قدم رعونت سے نہیں پڑتے بلکہ ہر قدم پر وہ اپنا عجز دیکھ رہے ہوتے ہیں، اپنی کمزوری دیکھ رہے ہوتے ہیں- "و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلٰماً" اور جب جاہل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو سلام کہتے ہوئے گزر جاتے ہیں ان سے الجھتے نہیں ہیں ان کی بدی کا جواب بدی سے نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں ہماری طرف سے تو سلامتی تمہیں پہنچے گی-یہ دو بنیادی صفات ہیں جہاں سے رحمانیت کے ساتھ تعلق جوڑنے کا سفر شروع ہوتا ہے-ہر انسان کو اپنے نفس کو کلیةً ہر قسم کے تکبر سے خالی کرنا ہو گا ورنہ عبد کا مضمون اس پر صادق آ ہی نہیں سکتا-اتنا کامل کلام ہے کہ بات کو وہاں سے شروع کیا جو لازماً پہلا دروازہ ہے اس کے بغیر عباد الرحمان کے رستے میں داخل ہو ہی نہیں سکتے-هوناً پیدا کریں اپنے اندر-یعنی جھک کر خدا کے حضور عاجزی اختیار کرتے ہوئے سفر اختیار کرنا اور اپنے نفس کو کلیةً بیچ میں سے مٹا ڈالنا-اور دوسروں کے لئے شر سے کلیةً خالی ہو جائیں کیونکہ وہ شخص جو ہر بات میں اپنے آپ کو عاجز ہی جانتا ہو اس شخص کی یہ

علامت لازماً ظاہر ہوا کرتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بڑے کو سلام ہی کرتا ہے اور ایسے فقیر منش لوگ میں نے دیکھے ہیں کہ وہ کسی سے نہیں الجھتے، اپنے آپ کو نیچا کہتے ہیں ہم نیچے ہیں ہر آئے گزرے کو سلام کہتے ہیں بس سلام ہماری طرف سے تمہیں سلام پہنچے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں تم سے۔ تو بنی نوع انسان کے لئے خدا کے بندے عجز کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور سلام کے پیغام لیتے ہوئے چلتے ہیں اس لئے قیامت کے دن ان کو بھی یہی سلام کا پیغام ہے جو پہنچایا جائے گا۔

پس یہ دو شرطیں ہیں جن سے ہمیں لازماً مزین ہو جانا، سج جانا چاہئے کامل عجز اور ہر قسم کے شر سے اجتناب

۔اب یہ دو شرطیں بھی اتنی مشکل ہیں، جتنی پیاری ہیں اتنی مشکل بھی ہیں۔ یعنی آئے دن روزانہ انسان سے کسی نہ کسی اور کو کوئی نہ کوئی شر پہنچ ہی جاتا ہے، بات چیت میں تو تو، میں میں ہو جاتی ہے۔ دلآزاری کی باتیں مونہہ سے نکل جاتی ہیں۔ اپنی بڑائی کا کوئی کلمہ مونہہ سے نکل جاتا ہے۔ کسی کے اندر کوئی نقص دیکھتے ہیں تو بعض عورتیں تو ہنستی ہیں مونہہ پر ہاتھ رکھ رکھ کر اور دوسری عورتوں کو اشارے کرتی ہیں کہ وہ دیکھو جی وہ کس قسم کی بھدی چیز ہے فلاں کا بچہ دیکھو، فلاں کی لڑکی دیکھو، فلاں کے کپڑے دیکھو اور وہ سمجھتی ہیں کہ کچھ بھی نہیں یہ تو ہم نے ذرا لطف اٹھایا ہے۔ مگر قرآن کریم کی یہ آیت بتاتی ہے کہ تم نے اپنے اوپر رحمان کی بندی بننے کے لئے دروازے بند کر دیئے کیونکہ رحمٰن کے بندوں کی یہ علامت ہے کہ عجز اختیار کرتے ہیں۔ جو عجز اختیار کرے وہ تو سب سے نیچا ہو گا اس کو دوسرے کی کمزوری پر ہنسنے کا موقع کیسے ہاتھ آئے گا۔ پس ہنسی اپنی جگہ منع نہیں فرمائی مگر تکبر کی ہنسی منع فرمائی ہے۔ جہاں دوسرے کو آپ نیچا دیکھ کر رعونت کے ساتھ اس کی ایسی کمزوریوں پر ہنستے ہیں جو بسا اوقات اس کے بس میں ہی نہیں ہوا کرتیں اور پھر ایسے آدمی سے کوئی نہ کوئی شر ضرور دوسروں کو پہنچتا ہی رہتا ہے۔ پس سلام کا یہ مطلب صرف نہیں ہے کہ کسی جاہل نے آپ سے سختی کی بات کی تو آپ نے سلام کہہ دیا اور گزر گئے۔ یہ دونوں باتیں مربوط ہیں۔ عادت میں یہ بات داخل ہو تب یہ بات پیدا ہوتی ہے ورنہ اگر عادت میں یہ بات نہ ہو کہ میں نے خیر ہی پہنچانی ہے تو رستہ چلتے کوئی آوازہ کسے، دیکھیں آپ کیسے الٹ کے اس کا جواب دیں گے۔ ہو ہی نہیں سکتا آپ رک سکیں۔ یہ خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کے گہرے راز بیان فرمائے ہیں ان کو معمولی کلام نہ سمجھیں، اپنے نفس پر اس کا اطلاق کر کے دیکھیں اور روزمرہ اپنا امتحان تو لے کے دیکھیں۔ چلتے پھرتے کوئی آوازہ کسے کیا غضب سے آپ اس پر پلٹتے ہیں اور بعض دفعہ اس کے نتیجے میں شدید نقصان اٹھا بیٹھتے ہیں، لڑائیاں ہو جاتی ہیں قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ عادت جب تک مزاج میں داخل نہ کر لی جائے، ایک قاعدہ کلیہ نہ بن جائے اس وقت تک یہ صفات پیدا نہیں ہوا کرتیں اور اس کا آغاز عجز سے ہو گا۔ اب نیچے آدمی کو اوپر والے کہتے رہتے ہیں کبھی وہ سر نہیں اٹھاتا بے چارہ۔ وہ آنکھیں نیچی کر کے ہر بات برداشت کرتا چلا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا عباد الرحمٰن ہونے کے لحاظ سے تم یہ کرتے ہو۔ اس لئے جتنا ذلیل بنتے ہو اگر اس کی خاطر بنتے ہو تو وہ ضرور تمہیں عزت دے گا اور اپنے بندوں میں شمار کر لے گا۔

پس بندہ اپنی ذات میں تو کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا کوئی اس کی ملکیت نہیں رہتی مگر مالک طاقتور ہو، مالک عظیم ہو تو پھر دوسروں کی مجال نہیں رہتی کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھیں۔ تو فرمایا تم اپنے مالک نہ بنے پھرنا، اپنے مالک بن کر چلو گے تو اس دنیا میں تمہارا گزارا ہو ہی نہیں سکتا۔ تم سے زیادہ طاقتور، زیادہ سخت مزاج، زیادہ ظالم لوگ موجود ہیں اور ساری دنیا کا مقابلہ تم کر ہی نہیں سکتے۔ ایک ہی طریق ہے غلام بن جاؤ اور جس کے غلام بنو وہ رحمان ہو جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے، جس نے قرآن سکھایا۔ اس رحمٰن کے بندے بنو تو پھر کچھ علامتیں ہیں جو تمہارے اندر ظاہر ہوں گی وہ یہ ہیں کہ تم عاجزی کے ساتھ چلو گے، لوگوں کی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں کرو گے پھر۔ صبر سے کام لو گے اور رحمٰن کی وجہ سے اس میں رحمٰن کی شان کا پیش نظر رکھنا داخل ہے۔ یہ بتاتا ہے یہ کلام کہ ایرا غیرا کی اولاد اگر بدتمیزی سے بات کرے، بداخلاقی سے پیش آئے تو اس کا نقص وہیں تک رہتا ہے لیکن اگر ایک بڑے عظیم انسان کا بچہ ہو اور وہ ایسی باتیں کرے تو اس کو گزند پہنچتا ہے، لوگ اس پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ تو پیغام یہ ہے دیکھو رحمان خدا کی عزت کا لحاظ رکھنا۔

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR
ARROW GYM
CHANDRAN GUTTA
چیف کوچ۔ محمد عبد السلیم نیشنل باڈی بلڈر انڈیا۔ حیدر آباد
وزن کم کرنے۔ بڑھانے۔ موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں کی جانے والی تمام ایکسر سائز اور خوراک۔ باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے باڈی ویٹ ساتھ لکھیں۔ مستورات سلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں۔ باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے۔ مکمل معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم
تندرستی ہزار نعمت ہے
M. A. SALEEM (BODY BUILDER)
H. NO. 18-2-888/10/71. NIMRA COLONY FALAKNUMA
POST- 500253 HYDERABAD (A.P.) INDIA
Ph. 040-219036 · PAGER: 040-9612-14619 FAX: 040-239408

تمہارا اٹھنا بیٹھنا ایسا ہو کہ جس کے نتیجے میں رحمٰن کی عظمت دلوں پر ظاہر ہو، پتہ چلے کہ کتنے عظیم وجود کے یہ عظیم وجود کے یہ بندے ہیں جو پھر رہے ہیں اور وہ تکبر سے نہیں وہ عجز ہی سے ظاہر ہو گا، تو یہ صفات رحمٰن کے تعلق میں اگر انسان اپنے اندر پیدا کر لے تو ان کا پیدا کرنے کا آغاز مشکل نہیں اس کو اپنے آخری نقطہ عروج تک پہنچانا مشکل ہے۔ لیکن اس کے حل بھی قرآن کریم نے پیش فرمائے ہیں۔

تو سب سے پہلے اپنا یہ امتحان ہمیں شروع کر دینا چاہئے کہ ہم رحمٰن خدا کے نام پر کوئی دھبہ تو نہیں بن جاتے۔ رحمٰن خدا جس کے غلام کہلا کے پھر رہے ہیں دنیا میں اس کی شان اور اس کی عزت پہ کوئی حرف تو نہیں لاتے

اور اس پہلو سے بہت ہی انکساری کے ساتھ زمین پر وقت گزارتے ہیں عجز کے ساتھ وقت گزارتے ہیں کہ ہماری وجہ سے کسی طرح ہمارے آقا کے نام پر کوئی حرف نہ آئے اور اس کی طرف ہمارے عبد کا منسوب ہونا جائز قرار ٹھہرے، ناجائز نہ بن جائے۔ یہ لوگ سلامتی کا مجسم پیغام بن جاتے ہیں اور جو دن کو اس طرح چلتے ہیں وہ راتوں کو سو کر بسر نہیں کیا کرتے کہ سارا دن تو وہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوں، عجز کے ساتھ چلیں، سلامتی کے پیغام پہنچاتے پھریں، گھر آئیں تو آرام سے لمبی تان کے سو جائیں۔ اس کا مطلب ہے کہ جو وہاں تھا وہ دکھاوا تھا۔ وہ کسی رحمٰن خدا کی خاطر نہیں تھا کیونکہ جب کوئی نہیں دیکھ رہا تو ان کا رحمٰن خدا سے تعلق ختم ہو گیا۔

اس لئے دوسری آیت نے اس مضمون کو پوری طرح مکمل حفاظت دے دی ہے کہ عباد الرحمٰن راتوں کو جب کوئی ان کو نہیں دیکھ رہا ہو تا اپنی رحمانیت سے اخذ کی ہوئی صفات کی حفاظت کرتے ہیں اور دن کو جو لوگوں کے سامنے جھکتے ہیں وہ خدا کی خاطر جھکتے ہیں ان کو سجدے نہیں کیا کرتے۔ جہاں تک روح کے سجدے کا تعلق ہے، جہاں تک حقیقی اطاعت کا تعلق ہے فرمایا "والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماً" یہ وہ لوگ ہیں جو راتیں جاگ جاگ کر، خدا کے حضور سجدے کرتے ہوئے اور احترام کے ساتھ کھڑے ہو کر گزار دیتے ہیں۔ تو صاف پتہ چلا کہ ان کا دنیا کے سامنے جھکنا ان کی بزدلی یا ذلت کے نتیجے میں نہیں ہے، رحمٰن خدا سے تعلق کے نتیجے میں ہے۔ اور جب اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو سجدہ اسی کو کرتے ہیں، کسی غیر اللہ کو نہیں کرتے اور جب اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو کامل احترام کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اور یہ کہتے ہیں اس وقت "**والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراماً**" یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے، دور فرما دے "**ان عذابھا کان غراماً**" بہت بڑی تباہی ہے جہنم کا عذاب تو ایسی چٹی ہے جس کے بوجھ تلے ہم پیسے جائیں گے۔ **پس اس** مضمون کا تعلق بھی ایک طرف عجز سے ہے دوسری طرف اس حقیقت سے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ بار بار اٹھائے جائیں گے۔ ان کا کامل ایمان ہوتا ہے مر کر دوبارہ اٹھنے پر اور اگر مر کر اٹھنے پر ایمان نہ ہو تو دنیا میں وہ اصلاحات جو عباد الرحمٰن سے توقع کی جاتی ہیں وہ ان کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔ یہ مرکزی نقطہ ہے اس مضمون کا کہ تم آخرت پر ایمان رکھو اور یقین جانو کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ پس محض ایک منطقی، عقلی رستہ نہیں ہے جو خدا تک پہنچائے گا بعض ٹھوس حقائق ہیں جو پیش نظر ہوں تو پھر تمہارا خدا کی طرف سفر آسان ہو جائے گا۔ ایک سفر کا جو مقصد ہے وہ کسی اچھی چیز کو حاصل کرنا ہوتا ہے اور ایک سفر کا مقصد کسی بری چیز سے بچنا ہے تو یہ دونوں محرکات قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ اس لئے ہر نبی کو بشیراً و نذیراً، بشیراً و نذیراً فرماتا چلا جا رہا ہے، مبشراً و نذیراً کہ وہ انسان کے اندر دونوں جذبے یعنی حرص کا جذبہ، طمع کا جذبہ، کچھ حاصل کرنے کا جذبہ ان کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں نصیحت کے وقت اور خوف کا جذبہ۔ یہ ڈر کہ ہم کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں، عزت کے جذبے کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ تو فرمایا یہ لوگ رحمٰن خدا سے محبت اور تعلق رکھتے ہوئے اس کے سامنے جھکتے ہیں مگر خوف بھی رکھتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی تو پھر قیامت کے دن ہم سے پوچھا جائے گا، ہمارا حساب کتاب ہو گا۔

پس وہ لوگ جو خدا تعالیٰ سے تعلق کو اور ان رستوں پر قدم مارنے کو مشکل سمجھتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ یوم آخرت پر یقین کے بڑھنے کے ساتھ یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے کیونکہ وہ شخص جو شیر کو دیکھ لے یا کسی اور خوفناک جانور کو دیکھ لے وہ اس سے دوڑتا ہے اور تھکا ہارا بھی ہو، یہ کہہ کر بیٹھ رہا ہو کہ اب تو مجھ سے ایک قدم نہیں اٹھایا جاتا، شیر دیکھے گا تو وہی قدم ہلکے ہو جائیں گے اس قدر تیزی سے دوڑ پڑتا ہے بعض دفعہ کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ تو جو مخفی طاقتیں ہیں انسان کی، جو دبی ہوئی ہیں جن کو عام حالتوں میں انسان استعمال میں نہیں لاتا خوف کے نتیجے میں وہ ایک دم بیدار ہو جایا کرتی ہیں۔ طمع کے نتیجے میں بھی ہوتی ہیں مگر خوف کے نتیجے میں ان میں Panic آ جاتی ہے ہراساں ہو کر وہ دوڑتے ہیں۔ پس فرمایا جہنم کا خیال ان

کے اعمال کو صحت بخشتا ہے، ان کے اعمال کی بہترین تشکیل کرتا ہے وہ ہر اس چیز سے بچیں گے جس سے ان کو خطرہ ہو کہ وہ جہنم میں داخل کیئے جاسکتے ہیں۔

تو یہ جو منفی پہلو خوف کا ہے یہ بھی عبادالرحمٰن بننے کے لئے لازم ہے کہ پیش نظر رہے اور جتنا یقین ہوگا اس حقیقت پر کہ ہماری جواب طلبی ہوگی اتنا ہی گناہ سے خوف آنے لگے گا خواہ وہ کتنے ہی خوبصورت دکھائی کیوں نہ دیں۔ ایسے درخت جو بہت ہی خوبصورت اور دلکش ہوتے ہیں لیکن کانٹے دار ہوتے ہیں آپ ہاتھ بڑھا کر ان کا پھول نہیں توڑنا چاہتے کیونکہ ادھر ہاتھ بڑھایا ادھر زخمی ہو گیا۔ لیکن جہاں پھول بھی زہریلے ہوں یا جانور ہو جو سانپ کی طرح زہریلا اور خواہ کیسا ہی خوبصورت رنگوں میں بنا ہوا ہو آپ اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتے۔ تو گناہ کی حقیقت اگر اس کے عذاب کے حوالے سے معلوم کی جائے پھر انسان کے لئے اس سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر کسی گناہ کے ساتھ لطف کا تعلق ذہن میں آپ باندھے رہیں اور اس کے عذاب کا پہلو نظر انداز کر دیں تو پھر گناہ پر دلیری ہوگی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فوری طور پر یہاں مضمون کے شروع ہی میں بیان فرمادیا کہ جو خدا کے حضور اٹھتے ہیں، گریہ وزاری کرتے ہیں، جھکتے ہیں تو اس میں صرف محبت کا پہلو نہیں رہتا کیونکہ محبت کے پہلو کے نتیجے میں بعض دفعہ انسان دلیر بھی ہو جایا کرتا ہے

"کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ"

اپنے محبوب کو ایک شاعر کہتا ہے کہ تیرے کرموں نے تو ہمیں گستاخ بنادیا ہے۔ تو اتنا مہربان ہے کہ پکڑتا ہی نہیں تو اس کے نتیجے میں گستاخی ہو جاتی ہے۔ بچے جن کو لمبی ڈھیل دی جائے جس سے محبت ہی کی جائے اور ان کو ناراضگی کا خوف کبھی دامنگیر ہی نہ ہو، پتہ ہی نہ ہو کہ یہ کیا ہوتی ہے، بڑے بدتمیز اور آزاد ہو جاتے ہیں اور من مانی کرتے پھرتے ہیں پھر ساری زندگی ان کی برباد رہتی ہے۔

تو طمع اور خوف یہ دو پہلو لازماً انسانی تربیت کے لئے دو پہیوں کی طرح ہیں ایک پہیے کو نکال دیں تو ایک پہیے پر گاڑی چل نہیں سکتی۔ پس قرآن کریم فرماتا ہے وہ اٹھتے ہیں محبت سے مگر اپنا مقام سمجھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جس سے ہم محبت کر رہے ہیں اس میں پکڑنے کی بھی طاقت ہے۔ وہ آیت جو میں نے پہلے آپ کے سامنے رکھی تھی اس میں "انه هو الغفورا لرحیم" کے ساتھ خدا تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے "اَو تقول حین تری العذاب لو ان لی کرة فاکون من المحسنین" کہ اللہ تعالیٰ گناہ بھی بخشتا ہے اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہے، اس کی پکڑ کے تصور سے لوگوں کی جان نکلتی ہے اور وہ کہتے ہیں جب عذاب کو دیکھتے ہیں تب ان کو سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے کیا بے احتیاطیاں برتی تھیں۔ پس محض غفور رحیم سمجھ کر خدا کی طرف قدم نہیں اٹھا سکتے جب تک یہ نہ سمجھیں کہ وہ ذوالعقاب الشدید ہے، وہ سخت عقوبت بھی کر سکتا ہے۔

پس عبادالرحمٰن کی دیکھیں کیسی کامل تصویر کھینچی گئی ہے، کیسی متوازن تصویر کھینچی گئی ہے۔ فرمایا "والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها کان غراماً۔ انها سآء ت مستقراً و مقاماً" وہ تو ایسی ظالم چیز ہے تیرا عذاب، وہاں مستقل ٹھہرنا تو درکنار، عارضی طور پر ٹھہرنا بھی ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ بہت ہی برا عارضی ٹھکانہ ہے اور مستقل ٹھکانہ تو بے حد و حساب برا ہے۔ اب اسی قسم کے الفاظ خدا تعالیٰ جنت کے تعلق میں عبادالرحمٰن کے لئے بیان فرماتا ہے اور ان پر کھول دیتا ہے کہ تمہارے لئے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو عذاب کو قبول کرلو جو مستقر بھی برا ہو گا اور مقام بھی برا ہو گا یا بالا خانوں والی جنتیں حاصل کرلو جو عارضی طور پر بھی بہت پیاری ہیں اور ہمیشہ ٹھہرنے کے لئے بھی بہت ہی پیاری ہیں۔

"والذین اذآ انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذٰلك قواماً" کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو ان کے خرچوں میں بھی ایک توازن پایا جاتا ہے اور نہ وہ اسراف کرتے ہیں کہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کر دیں، نہ وہ ہاتھ اتنا روک لیتے ہیں کہ کنجوس ہو جائیں۔ یہ جو آیت ہے یہ ان تمام آیات کی طرح جو اس رکوع میں موجود ہیں عبادالرحمٰن کے عنوان کے تابع ہیں ایک توازن پیش کر رہی ہیں اور سورہ رحمان میں اسی توازن کا ذکر ہے۔ سورہ رحمان میں آسمان اور زمین کے تعلق میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے "و اقیموا الوزن بالقسط" یہ تم وزن کا انصاف کے ساتھ ترازو برابر رکھو۔ "والسمآء رفعها ووضع المیزان ...... لا تخسروا فی المیزان" کہ ہم نے آسمان کو بلند فرمایا اور متوازن کیا تاکہ تم جو بلندی کے خواہاں ہو تم توازن میں ناانصافی سے کام نہ لینا اس میں کمی بیشی نہ کرنا کیونکہ ہر رفعت انصاف کو چاہتی ہے انصاف ہی سے ترقیوں کی ہر راہ شروع ہوتی ہے۔ پس قرآن کریم کے اندر ایک حیرت انگیز توازن پایا جاتا ہے۔ ایک ہی مضمون کو جہاں بھی شروع فرمائے گا اس کی بنیادی صفات میں سے کوئی بھی نہیں بھولتی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قطعاً یہ انسان کا کلام نہیں ہے ورنہ تئیس (۲۳) سال کے عرصے میں پھیلی ہوئی آیات ان بنیادی شرائط کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں جو ایک مضمون سے تعلق رکھتی ہیں، یہ ناممکن ہے۔

تو ان تمام آیات میں اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو ایک توازن دکھائی دے گا اور

عبادالرحمان بننے کے لئے وہ توازن شرط ہے اور قیام عدل کے بغیر عبادالرحمٰن بن سکتے ہی نہیں۔ رحم عدل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ عدل ہوگا تو رحم شروع ہوگا۔ عدل ہے نہیں تو رحم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تو رحمٰن سے تعلق جوڑنے کی باتیں کرو، اِتنے بلند ارادے رکھو اور دنیا میں بے انصافی سے کام کرتے پھرو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ دوسرا بڑا عظیم پیغام ہے۔ اور خرچ میں بھی ایک انصاف ہے۔ جو شخص خرچ میں بہت زیادہ دکھاوے کے طور پر یا طاقت سے بڑھ کر خرچ نہیں کرتا اور جہاں خرچ کرنا چاہئے وہاں ہاتھ روکتا نہیں اس کی بہترین زندگی گزرتی ہے۔ اور ایسے شخص غریب بھی ہوں تب بھی وہ اچھے رہتے ہیں اور ان صفات سے عاری امیر بھی ہو تو وہ ضرور برباد ہو جایا کرتا ہے۔

پس محض روپے کی کمی یا زیادتی آپ کو سکون نہیں بخش سکتی۔ قرآن کریم کی اس آیت میں جو مضمون بیان فرمایا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے خرچ میں توازن رکھا کرو۔ خدا نے جتنا دیا ہے اسی حد تک، اسی نسبت سے خرچ بھی کرو اور اسی نسبت سے ہاتھ بھی روکو۔ جہاں خدا نے رکنے کے لئے کہا ہے رک جاؤ۔ جہاں خرچ کرنے کے لئے فرمایا ہے خرچ کرو مگر توازن کے ساتھ۔ تو جو اپنی طاقت کے اندر رہتے ہوئے خرچ کرتا ہے وہ ہر قسم کے نقصانات اور دکھوں اور مصیبتوں سے بچتا ہے۔

"والذین لا یدعون مع الله الٰهاً اٰخر" اور یہ بھی انصاف کے تقاضوں میں سب سے اہم تقاضا ہے کہ اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ قرآن کریم شریک ٹھہرانے کو ظلم کہتا ہے جو عدل کے منافی، برعکس مضمون ہے۔ پس جہاں بھی قرآن کریم میں شرک کی برائیاں بیان ہوئی ہیں آپ دیکھ لیں اٹھا کر، کھول کر دیکھ لیجئے وہاں آپ کو ناانصافی کا، عدل کے فقدان کا یا ظلم کا مضمون دکھائی دے گا۔ جو خدا کا ہے خدا کو دو یہ انصاف ہے۔ فرضی بتوں کو وہ دے دو جو خدا کا ہے یہ تو بہت بڑی جہالت ہے اور ظلم، ناانصافی ہی کے معنوں میں نہیں بلکہ اندھیروں کے معنوں میں بھی حد سے زیادہ ایک قبیح صورت اختیار کر جاتا ہے۔ پس ظلم دونوں معنے رکھتا ہے ایک ہے اندھیرا، تاریکی، جہالت اور ایک ہے ناانصافی، کسی کا حق لیا کسی اور کو دے دیا یا اپنا لیا اور یہ لفظ شرک کے تعلق میں سب سے زیادہ قوت کے ساتھ اطلاق پاتا ہے سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اطلاق پاتا ہے کیونکہ شرک میں یہ دونوں باتیں بڑی نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں، جہالت حد سے زیادہ اور ظلم بھی حد سے زیادہ یعنی ناانصافی بھی حد سے زیادہ۔ تو فرمایا "والذین لا یدعون مع الله الٰهاً اٰخر"۔ اور آگے دیکھیں پھر انصاف کا مضمون "ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق" یعنی جو کسی کے اموال پر ہاتھ نہیں ڈالتا، جو کسی کے حقوق کا خیال رکھتا ہے وہ ناحق جان کیسے لے سکتا ہے۔ کہتا ہے یہ عبادالرحمٰن وہ ہیں جو کبھی بھی ناحق کسی کی جان نہیں لیتے "الا بالحق" سوائے حق کے جو خدا بخشتا ہے کیونکہ مالک وہی ہے۔ جب حق ان کو کہے تو پھر حق کے تقاضے پورا کرنا ان کا فرض ہے کیونکہ حق کو چھوڑنا بھی تو گناہ ہے۔

تو جہاں حق یہ کہے کہ یہاں جان لینا لازم ہے یا حق یہ کہے کہ اجازت ہے دونوں صورتوں میں جہاں مجاز بنائے گئے ہو چاہو تو جان لو، چاہو تو نہ لو دونوں صورتیں برابر ہو جائیں گی۔ جہاں حق ہو کہ تم نے لازماً جان لینی ہے یہاں، وہاں تمہارا فرض ہے کہ جان لو۔ اب جب مسلمان مجاہدین غیر مسلم طاقتوں سے نبرد آزما ہوتے رہے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جہاد کے دوران، جو جہاد بالسیف تھا یعنی اس جہاد کے دوران یہ اجازت ہی نہیں تھی کہ جس کی جان لے سکو اس لڑائی کے دوران اس کی جان نہ لو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ روایت ہے بڑے نرم دل تھے بات بات پر رونا آجاتا تھا، بے حد شفیق لیکن جہاد کے دوران ان کا بیٹا جو اس وقت تک ابھی مومن نہیں ہوا تھا ایمان نہیں لایا تھا وہ ان کے مقابل پر لڑ رہا تھا۔ ایک موقع پر ان کے بیٹے کو یہ موقع ملا کہ حضرت ابوبکرؓ کو قتل کر سکتا لیکن اس نے نہیں کیا اور بعد میں

C.K ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOOD FURNITURE
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&
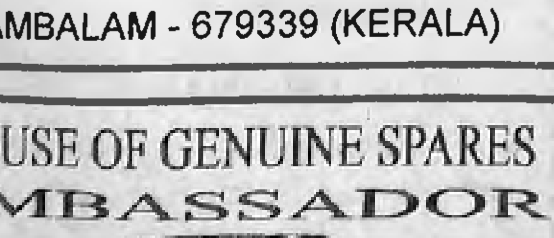
MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 26-3287

اپنی طرف سے احسان کے طور پر یہ بتانے کے لئے کہ دیکھیں کیسا فرمانبردار بیٹا ہوں یہ کہا اپنے ابا کو مخاطب کرتے ہوئے کہ آپ کو یاد ہے وہ جنگ جس میں آپ بھی شریک تھے لیکن مسلمانوں کی طرف سے اور میں مشرکوں کی طرف سے شامل تھا-ایک ایسا موقع تھا کہ میں چاہتا تو آپ کو قتل کر سکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا- حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا اور تم میرے مقام پر ہوتے تو میں تمہیں ضرور قتل کر دیتا- **ناممکن تھا کہ میں تمہیں چھوڑ دیتا**- یہ ہے قتل بالحق- بعض قتل میں حق کا تقاضا ہے وہ اجازت ہی نہیں **دیتا کہ تم قتل سے باز آجاؤ- خدا نے حکم** دیا ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرنا ہے تو لازماً قتل کرنا پڑے گا، اپنے دل **کی بات نہیں دیکھنی ہوگی، یہ عبادالرحمان ہیں-**

"و لایزنون" اور وہ موت کے تعلق میں بھی اسی طرح انصاف سے کام لیتے ہیں جیسے زندگی کی پیدائش کے تعلق میں-اب عام طور پر لوگ سمجھتے نہیں کہ یہاں "یزنون" کا کیا مطلب ہو گیا اچانک- قتل کی باتیں ہو رہی ہیں اور زنا نہیں کرتے- قتل سے جان لی جاتی ہے اور قتل ناحق وہ ہے جہاں آپ کو اجازت نہیں اور آپ نے جان لے لی اور زنا کے ذریعے زندگی پیدا کی جاتی ہے اور وہ زندگی پیدا کی جاتی ہے جس کے پیدا کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے تو آپ محی بھی بن جاتے ہیں ممیت بھی ہو جاتے ہیں-جس طرح اللہ کی صفات ہیں کہ وہ زندہ کرتا ہے اور وہ مارتا ہے آپ دونوں صفات پر قابض ہو بیٹھتے ہیں اور اس کا بھی شرک سے تعلق ہے-"و لا یدعون مع اللہ اِلٰھاً اخر" جو خدا کی چیزیں ہیں وہ خدا کو دیتے ہیں اپنے ہاتھ میں نہیں لے لیتے-پس موت کا اختیار خدا کو ہے کوئی اور نہیں ہے جو کسی کی موت کا فیصلہ کر سکے- پیدا کرنے کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر پیدا کرے-اور یہ خدا کے وہ بندے ہیں جو **قتل بھی حق کے ساتھ کرتے ہیں اور پیدا بھی حق** ہی کے ساتھ کرتے ہیں- تو یہ مضمون ہے زنا نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں لازماً پھر ایسے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں- فرمایا "و من یفعل ذٰلک یلق اثاماً" اور جو یہ باتیں **کرے جو اوپر بیان کی گئی ہیں** تو بہت بڑا گناہ کمانے والا ہے اور اس کا نتیجہ دیکھ لے گا- "یلق اثاماً" کا مطلب یہ **ہے اس نے بہت بڑا گناہ کمایا اور** اس گناہ کا بد نتیجہ وہ دیکھ لے گا اس کے لئے عذاب آئے گا اس کے پیچھے، **عذاب اسی کو دیا جائے گا اور "یضٰعف له العذاب"** - عذاب میں بڑھا دیا جائے گا کیونکہ عام گناہوں کے مقابل پر یہ جو گناہ، شرک کا گناہ اور زندگی اور موت کے معاملے میں خدا کی ملکیت میں دخل اندازی یہ تمام **تینوں چیزیں مل کر اتنا بڑا گناہ بن جاتی** ہیں کہ فرمایا "یلق اثاماً" بہت بڑے گناہ کو پہنچے گا اور اس کے عذاب کو دیکھے گا اور ایسے شخص کا عذاب بڑھایا جائے گا اور اس میں وہ چھوڑ دیا جائے گا ذلیل اور خوار ہو کر- یعنی اس کو پھر **پوچھا بھی نہیں جائے گا کہ تم کس حالت میں ہو-**

"یضٰعف له العذاب یوم القیامة و یخلد فیه مهاناً" وہ اس میں لمبے عرصے تک ذلیل و خوار پڑا رہ جائے گا "الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً" سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور "عمل عملاً صالحاً" اور نیک اعمال بجالائے "فاولٓئك یبدل الله سیاٰتهم حسناتٍ و کان الله غفوراً رحیماً" - سوائے اس کے کہ کوئی شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے "فاولٓئك یبدل الله سیاٰتهم حسناتٍ" تو یہ وہی لوگ ہیں جن کی بدیوں کو حسنات میں اللہ تعالیٰ تبدیل فرمادے گا- "و کان الله غفوراً رحیماً" اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے-

وہ لوگ جن کو یہ وعدہ دیا گیا کہ ان کا عذاب بڑھایا جائے گا اور بہت شدید عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے ان کے متعلق فرمایا "الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً فاولٓئك یبدل الله سیاٰتهم حسنات" یہ جو **مضمون ہے اب** عبادالرحمان سے تعلق نہیں رکھتا- یہاں "و لا یزنون" والا جو حصہ ہے جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں زندگی اور موت پہ قابض بن بیٹھتے ہیں اب کچھ ان کے متعلق باتیں شروع ہو گئی ہیں-

فرمایا اگر تم ان میں سے ہو تو عبادالرحمان سے تو تمہارا کوئی دور کا بھی تعلق نہیں رہا پھر یاد رکھنا تم سے یہ سلوک کیا جائے گا اور وہ سلوک یہ ہے کہ عذاب بڑھایا جائے گا اور بہت ہی بری حالت میں تم رہو گے "**یخلد فیه مهاناً**" اس میں ذلیل حالتوں میں مدتوں اسی طرح پڑے رہو گے-

لیکن اس سے بچنے کا ایک طریق ہے جو تمہارا رستہ موڑ دے گا اور پھر تم عبادالرحمان کی طرف واپس رخ کر سکتے ہو تو یہ ایک Deviation ہے رستے کی جس سے متنبہ فرمادیا گیا- اللہ کے رستے پر چلتے ہوئے یہ حرکتیں نہ کر بیٹھنا ورنہ تمہارا انجام بہت برا ہوگا- واپس خدا کی طرف جانا ہے اگر اس طرف سے جہاں تم جا پہنچے ہو غلطی سے، تو یہ شرط ہے کہ توبہ پھر کرنی ہوگی اور نیک اعمال، ایمان دوبارہ لانا ہوگا- توبہ کے بعد ایمان یا ایمان کے بعد توبہ یہ مضمون ہے جو یہاں کھلنا چاہئے- ایک ایمان سرسری ہوا کرتا ہے جس سے ساری بات شروع ہوئی ہے اور ایک ایمان ہے جو حقیقی ہوتا ہے- تو جو توبہ کر کے ایمان لاتا ہے مراد یہ ہے کہ توبہ کر کے اپنے ایمان کی سچائی کو ثابت کرتا ہے ورنہ اگر حقیقی ایمان نہ ہو خدا تعالیٰ کے صاحب اختیار ہونے پر اور جہنم کے حق ہونے پر تو ایسا ایمان اس کو توبہ کرنے دے گا ہی نہیں-

پس فرمایا تمہارے ایمان کی اصلاح ضروری ہے جو سچی توبہ سے ہوگی- سچی توبہ کرو اور پھر جو تمہارا ایمان نصیب ہوگا وہ "عمل عملاً صالحاً" تک تمہیں پہنچا دے گا کہ ایسا شخص پھر لازم ہے کہ نیک اعمال بجا لائے گا- یہ وہ لوگ ہیں "فاولٓئك یبدل الله سیاٰتهم حسنات" جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ حسنات میں تبدیل کرنا شروع کر دے گا- اب دیکھ لیں وہی بات جو میں آپ سے عرض کر چکا ہوں پہلے بھی کہ اپنی برائیوں کو خود تبدیل کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، بہت ہی مشکل کام ہے- لیکن فیصلہ کرنا اور یہ ارادہ کر لینا کہ ہم نے آج اپنی زندگی میں ایک تبدیلی پیدا کرنی ہے یہ آغاز ہر انسان کے دل سے ہونا چاہئے اس کے بغیر خدا تعالیٰ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرے گا- فرمایا ایک فیصلہ کرو اور اس کی سچائی کو اپنے عمل سے ثابت کرنے کی کوشش کرو-

تو پہلے ہے "عمل عملاً صالحاً" اس سے مراد یہ ہے نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرے گا کیونکہ بعد کی آیت یہی مضمون کھول رہی ہے- پس ہر وہ شخص جو ایسی توبہ کرے گا کہ اس کے بعد نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرتا ہے "فانه یتوب الی الله متاباً"- تو وہ ہلکی پھلکی توبہ نہیں کیا کرتا- وہ تو اپنے رب کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھپٹ پڑتا ہے- اس تیزی سے الٹ پڑتا ہے اس طرف کہ جیسے آناً فاناً کوئی واقعہ ہو گیا ہو- تو جو خدا تعالیٰ کی عظمت کو پہچان لے اور عذاب کی حقیقت کو جان لے وہ پھر ٹالا نہیں کرتا توبہ کو کہ اچھا آج میں اتنا سا کر لوں گا، کل میں اتنا کروں گا- یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی حفاظت کی گود میں آجاتے ہیں "فانه یتوب الی الله متاباً" وہ تو اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے الٹ پڑتے ہیں-

پھر فرمایا "والذین لا یشهدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراماً"- جو متاباً کا مضمون ہے یعنی بے محابا توبہ- ایک دم گویا ایک زلزلہ سا برپا ہو گیا ہو ایسی توبہ، اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض باتیں لازماً ہوں گی اور بعض علامتیں ظاہر ہوں گی- اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ میں نے وہ توبہ کر لی ہے جس کا دوسرا نام توبۃ النصوح بھی ہے تو اس توبۃ النصوح کے بعد پھر یہ علامتیں ظاہر ہونی چاہئیں- "والذین لا یشهدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراماً" کہ وہ جھوٹ کا مونہہ تک نہیں دیکھتے- "و لا یشهدون الزور" کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے- میرے نزدیک یہاں موقع جھوٹی گواہی کا نہیں بلکہ وہی معنی ہے جیسے رمضان کو دیکھنے کے لئے بھی شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے- کسی کو دیکھنا بھی شہادت ہوتی ہے تو فرمایا کہ وہ جھوٹ کا مونہہ تک نہیں دیکھتے- اس تسلی کی خاطر کہ اہل علم میں سے کوئی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ نہیں- میں نے (مفردات) امام راغب کو کھولا تو ان کی کتاب میں اسی آیت کے تابع یہی معنے پیش کئے گئے ہیں- وہ کہتے ہیں ایسی توبہ کرنے والے جھوٹ کی طرف کسی پہلو سے اس کے پاس بھی نہیں جاتے، پھٹکتے نہیں اس کے پاس- تو یہ معنی وہی ہے کہ اس کا مونہہ تک نہیں دیکھتے بالکل اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں- "و اذا مروا باللغو مروا کراماً" - اب دیکھیں آیات کا مضمون اسی طرف سے شروع ہوا تھا کہ وہ جب "خاطبهم الجاهلون قالوا سلٰماً" ان کے ساتھ مل جل کے بیٹھا نہیں کرتے جاہلوں کے ساتھ، ان کو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں- تو دوبارہ واپس پھر عبادالرحمٰن میں اس توبہ نے اس مضمون کو داخل کر دیا یعنی عبادالرحمٰن کا مضمون شروع ہوا بیچ میں ان کا ذکر جو رستوں کی ٹھوکریں کھا کر بھٹک گئے تھے انہوں نے بچنا ہے تو کس طرح بچیں گے دوبارہ اللہ کے راستے پہ پڑنا ہے تو کیسے پڑیں گے، یہ مضمون شروع کرتے ہی وہ صفات دہرانی شروع کر دیں-

"و لا یشهدون الزور" کا ایک معنی ہے شرک کے قریب تک نہیں جاتے کیونکہ قرآن کریم نے شرک کو "زور" فرمایا ہے- تو پہلے جو شرک سے بچنے کا مضمون ہے وہ اس کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے- پس وہ جھوٹ کے قریب تک نہیں جاتے، شرک کے پاس نہیں پھٹکتے- جب یہ باتیں ہوں تو پھر لغو

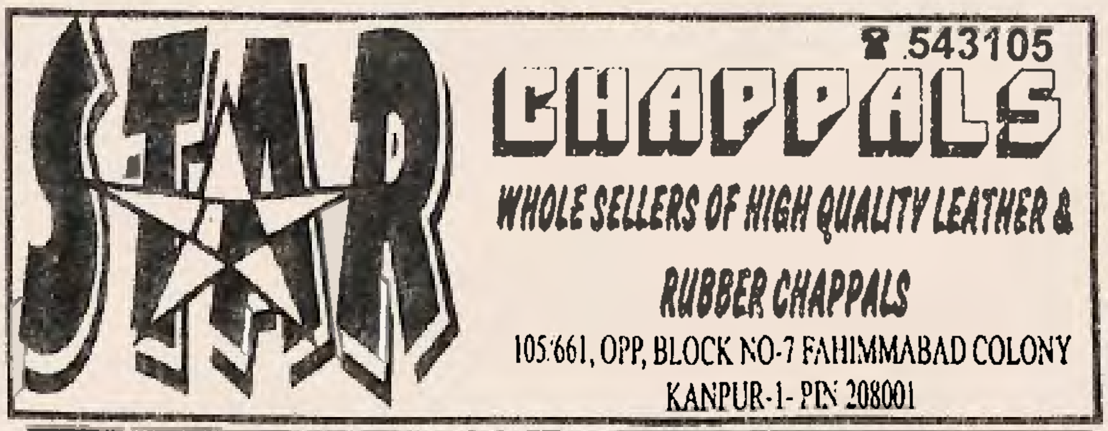

باتوں میں ان کو دلچسپی نہیں رہتی۔ بے ہودہ لغو باتوں میں جو انسانی دلچسپی ہے اس سے ان کا دل پھر جاتا ہے ان کا مزہ نہیں رہتا ان باتوں میں۔ اور اس کے نتیجے میں ایک چیز یہ پیدا ہوتی ہے "والذين اذا ذكروا بآيات ربهم لم يخروا عليها صماً و عمياناً" یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے جب خدا تعالیٰ کی باتیں کی جائیں، خدا تعالیٰ مراد ہے، لفظ استعمال ہوا ہے "ربهم" یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے جب ان کے رب کے نشان پیش کئے جاتے ہیں "لم يخروا عليها صماً و عمياناً" وہ اس کے اوپر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں پڑتے۔ اس سے بہروں اور اندھوں والا سلوک نہیں کیا کرتے بلکہ بڑی توجہ کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتا ہے "والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماماً"۔ اب یہاں وقت تھوڑا رہ گیا ہے باقی حصہ انشاء اللہ بعد میں بیان کروں گا، ایک اہم بات اس آیت کے تعلق میں بیان کرنے والی یہ ہے کہ **آپ لغو سے مونہہ موڑیں گے تو خدا تعالیٰ کی باتوں میں دلچسپی ہو گی۔ خدا تعالیٰ کی باتوں میں دلچسپی ہو گی تو لغو سے خود بخود مونہہ مڑنے لگیں گے اور یہ روزمرہ پہچان ہے کہ ہم عبادالرحمان بننے کے قریب ہو رہے ہیں یا دور ہٹ رہے ہیں۔** اس بات کو اچھی طرح پلے باندھ لیں۔ بعض لوگ ہیں جو نیکی کی باتیں ہو رہی ہوں، درس ہو رہا ہو، خطبہ ہو رہا ہو، ایسی باتیں ہوں تو ان کی آنکھوں سے کچھ روشنی بجھ سی جاتی ہے۔ وہ بیٹھتے تو ہیں اگر بیٹھیں مگر ہر بات کو غور سے سن نہیں رہے ہوتے طبعاً دلچسپی نہیں ہوتی۔ مگر ان کی مرضی کا ٹیلی ویژن کا پروگرام ہو تو پھر دیکھیں اچانک اندر سے ایک روشنی نکلتی ہے اور آنکھیں چمک جاتی ہیں ٹیلی ویژن کے ساتھ اور اگر کوئی بچہ شور ڈالے تو (کہتے ہیں) 'ایں، ہیں ہیں، خبردار، چپ چپ! وہ دیکھو وہ کیا کر رہا ہے، مزہ خراب کر دیا'۔

تو عبادالرحمان اور جو دوسرے بندے ہیں کسی کے ان میں بڑا فرق ہے اور یہ علامتوں سے پہچانا جاتا ہے اور ہر انسان روزمرہ اپنی علامتوں کو دیکھتا ہے، جانتا ہے اور ان آیات کے ذریعے جو اس کے اندر سے ظاہر ہو رہی ہیں وہ شناخت کر سکتا ہے اپنے آپ کو۔ پس خدا تعالیٰ نے جو مشکل رستے دکھائے ہیں، بلند منزلیں قائم فرمائی ہیں ان کے ہر قدم پر راہنمائی فرمائی ہے۔ ہر قدم پر جانچ، پہچان کے سائن بورڈ لگا دیئے ہیں تاکہ آپ کو بعد میں جا کر نہ پتہ چلے کہ اوہو یہ کیا ہو گیا، میں کہاں جا نکلا۔ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر قدم آپ کو پتہ ہو کہ میں کس سمت میں قدم اٹھا رہا تھا، کس سے دور جا رہا ہوں اور کس سے قریب جا رہا ہوں۔ تو عبادالرحمان بننا مشکل تو ہے مگر خدا تعالیٰ نے اتنا تفصیل سے یہ مضمون بیان فرما دیا ہے کہ ان میں سے ایک ایک آیت جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے آیت کے حوالے سے وہ اپنی ذات میں بہت بڑا مضمون رکھتی ہے۔ اگر اس کے اوپر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو ایک لمبا سلسلہ چاہئے ان باتوں کے بیان کا۔ تو سرِ دست میں چونکہ وقت ختم ہو گیا یہیں اسی پر اکتفا کرتا ہوں انشاء اللہ آئندہ عبادالرحمان والے مضمون کو ہی ہم پھر بیان کریں گے۔

بقیہ۔ واقعہ کربلا

فرمایا۔ کربلا کے میدان میں یزید کی افواج کی جانب سے جو مظالم خاندانِ مصطفوی پر کئے گئے وہ ہر درد مند مسلمان کے لئے جانکاہ حادثہ ہیں۔ اس واقعہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا درخشندہ مقام ہمیشہ کے لئے نمایاں کر دیا ہے۔

بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے قالت الا عراب امنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور لے جاتے ہیں۔ لیکن بد نصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسینؓ طاہر مطہر تھا اور بلا شبہ ان برگزیدہ بندوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے مامور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کا تقویٰ اور محبت صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی۔ کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہ' اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔ (فتاویٰ مسیح موعود) بحوالہ الفرقان جولائی ۱۹۵۸ء)

موجودہ دور میں جس رنگ میں اس سانحہ کو یاد کیا جاتا ہے احادیث اور قرآنی تعلیم سے کوسوں دور ہے مجمع البحرین میں ہے کہ صحیح تعزیت کے وقت صبر اور تسلی رکھنے کا نام ہے اور اس کی درست صورت یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق مصیبت کے وقت انا للہ کہے۔

جب آنحضرتؐ کی وفات پر صبر کرنے کا حکم ہے اور ہر قسم کے جزع فزع اور نوحہ کرنے سے منع کیا گیا ہے تو اور کون ہے جس کے لئے یہ افعال روا اور جائز ہوں گے اور حضرت علیؓ کے نزدیک حضورؐ کی وفات دنیا کے تمام حادثوں سے بڑا حادثہ ہے جس کا ذکر حیات القلوب صفحہ ۴۴۴ پر ہے۔

حضورؐ کی صریح وصیت

آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے بطور وصیت فرمایا تھا۔ اُے فاطمہ! جب میری وفات ہو جائے تو میرے لئے چہرہ کو زخمی نہ کرنا۔ بالوں کو پراگندہ نہ کرنا۔ واویلا نہ مچانا۔ مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ اور نہ ہی نوحہ کرنے والوں کو بُلانا۔" (حیات القلوب) (یہ حوالہ جات شیعہ کتب کے ہیں)

حضرت حمزہؓ جس ظالمانہ اور سفاکانہ طریق پر شہید ہوئے وہ تاریخ اسلام کا کھلا واقعہ ہے آنحضرتؐ نے اس موقع پر کیا اسوہ پیش کیا؟ لکھا ہے:۔

"اس موقعہ پر حضورؐ نے جزع فزع نہ کی آہیں نہ بھریں اور نہ رونے دھونے میں لگ پڑے" (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

پھر حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا" کہ اے فاطمہ! واویلا نہ کرنا اور نہ ہی ماتم کرنا۔" (من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۵۶)

اس سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے ہر طرح کی وفات پر نوحہ اور ماتم کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

پس آج کے دور میں شیعہ بھائیوں کو ان تمام روایات کو ملحوظ رکھ کر سوچنا چاہئے کہ وہ کس حد تک اپنے پیارے آقا آنحضرتؐ اور دیگر بزرگان کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

آج تو سنّی مسلمان بھی تعزیہ بنا کر اس کو خوبصورت تر بنانے میں مقابلہ کرتے ہیں پھر اول دوئم سوئم آنے والوں کو انعامات دیئے جاتے ہیں جس کا تعزیہ سب سے اچھا ہو۔ ایسی غیر اسلامی حرکات و سکنات بھی منظر پر آتی ہیں کہ ایک سچے اور مخلص مسلمان کا سر شرم کے مارے جھک جاتا ہے۔ پس دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں حقیقی اسلام کو سمجھنے کی توفیق دے اور شرک و بدعت سے دور رکھے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ اطاعت خلافت

کریں گے۔ (ملائکۃ اللہ صفحہ ۱۰۹)

نیز فرمایا۔ اے مومنوں کی جماعت اور اے عمل صالح کرنے والو میں تم سے کہتا ہوں کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو جب تک تم لوگوں کی اکثریت ایمان اور عمل صالحہ پر قائم رہے گی۔ خدا اس نعمت کو نازل کرتا چلا جائے گا۔

(تقریر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء)

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم کو احمدیت سے نوازا اور ہم کو ایسی جماعت میں داخل کیا جس کے متعلق اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وعدہ دیا تھا کہ وہ خدا اس جماعت کو اپنا آلۂ کار بنا کر اسلام کو ساری دنیا میں غالب کریگا اس لئے ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنے اوپر اطاعت کے ساتھ تقویٰ کی چادر اوڑھیں اور ہماری زینت اور آرائش دنیاوی چیزیں نہ ہوں بلکہ تقویٰ ہو اور ہمارے چہروں پر اطاعت خلافت کا ایسا نور ہو جس سے اللہ نور السمٰوت والارض کی جھلک نمودار ہو جو کرہ ارض پر بسنے والے ہر ایک انسان کے سینے کو نور اسلام سے منور کرنی والی ہوں۔ اللہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆☆

لولاك لما خلقت الافلاك

ترجمہ۔ (اے محمد ﷺ) اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ (حدیث قدسی)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا۔ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

منجانب۔ محتاجِ دُعا۔ جماعت احمدیہ اتر پردیش

M/S NISHA LEATHER

Specialist in Leather Belts,
Ladies & Gents Bag, Jachets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700081 ☎ 2457153

شریف جیولرز

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد

اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ ☎ 649-04524

حضرت حافظ حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

قبل از احمدیت مختصر حالاتِ زندگی

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

حضرت حافظ حکیم مولوی نورالدین جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے ۱۸۴۱ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ حضورؓ کا شجرہ نسب چونتیسویں پشت میں سیدنا حضرت عمرؓ سے جاملتاہے اس لئے نسبت کے لحاظ سے حضور قریشی ہاشمی فاروقی تھے۔ آپ اپنے والد ماجد حافظ غلام رسول صاحب کی اولاد سات بیٹوں اور دو بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت حافظ غلام رسول صاحب کے خاندان کا امتیاز تھا کہ ان کے آباء و اجداد میں سے کم از کم دس آدمی حافظ قرآن تھے۔ حافظ غلام رسول صاحب کو قرآن سے عشق تھا اس لئے نہ صرف آپ نے قرآن حفظ فرمایا تھا بلکہ ہر آن قرآن کے نئے نئے نسخے تلاش کر کے جمع کرتے رہتے تھے۔ وہ زمانہ چھاپہ خانہ کی ترقی کا زمانہ نہیں تھا اس لئے جہاں بھی حافظ صاحب کو کسی اچھے کاتب کے لکھے ہوئے نسخہ کا پتہ چلتا آپ اس نسخہ کو حاصل کر لیتے اور اس بارہ میں بے دریغ خرچ کرتے۔ اس طرح قرآن کے اچھے اچھے اور نایاب نسخے دوسروں کو تحفہ میں دیتے تاکہ انہیں قرآن پڑھنے کی تحریک ہوتی رہے۔ اس بارہ میں حضرت حافظ صاحب کا فیض دور دور تک ممتد تھا۔ گراں قدر ہدیہ دے کر خریدے ہوئے نسخے آپ ہمیشہ ہی بغیر ہدیہ کے دوسروں کو پیش کرتے اور ثواب دارین کماتے۔

آپ نہایت شفیق باپ تھے، بچوں کی تعلیم اور تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے والد کے بارہ میں ایک بار فرمایا تھا کہ "انہیں ہماری تعلیم کا اتنا شوق تھا کہ اگر وہ اس زمانہ میں موجود ہوتے تو مجھے علم کی تلاش میں امریکہ تک بھیج دیتے"۔ آپؓ نے قرآن کی محبت اپنے باپ سے ورثہ میں پائی اور بچپن ہی سے اس امر کی جستجو میں رہے کہ ان کا قرآن اور دین کا علم محض ناظرہ نہ رہے۔ اس لئے آپ نے قرآن اور دین کا علم حاصل کرنے کا کوئی موقعہ ضائع نہیں ہونے دیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے جہاں جہاں تک جانا ہو سکا گئے۔

اپنے بڑے بھائی کے ساتھ لاہور گئے ہوئے تھے کہ بیماری نے آن لیا۔ لاہور میں حکیم غلام دستگیر صاحب کا علاج رہا اور اسی میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھ دی۔ آپ نے طب کی عملی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میدان میں انہیں وہ ناموری اور شہرت اور حذاقت بخشی کہ مہاراجہ کشمیر کے شاہی طبیب کے رتبہ تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیاروں کے ساتھ کیسا سلوک رکھتا ہے۔ کہاں بھیرہ کی گمنام بستی اور کہاں شاہی طبیب کا دنیاوی عہدہ! مگر اللہ تعالیٰ کو اس بندہ سے اتنا پیار تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے محض دنیا دار حکیم نہیں بننے دیا دنیا بھر کی روحانی بیماریوں کا علاج کرنے والا اور مسیح موعود کا خلیفہ بنادیا کہ ایک عالم ان کی روحانیت سے متمتع ہو اور صحیح معنی میں دنیاداری سے شفا پائے۔

سیدنا نورالدینؓ نے ابتداء میں تدریس کے شعبہ میں ملازمت اختیار کی مگر جلد ہی عربی زبان اور حکمت کی تعلیم کے حصول کے لئے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ جب میں نے لکھا ہے کہ نکل کھڑے ہوئے تو میرا مطلب یہی ہے کہ پیدل نکل کھڑے ہوئے۔ لاہور سے رامپور تک کا سفر بڑا کٹھن اور مشکل تھا مگر عاشقوں کے لئے کون سا سفر کب مشکل ہوا ہے؟ حضور ہی کے ایک شاگرد حضرت مولوی غلام نبی مصریؓ، مصر جانے کے لئے پاپیادہ نکل کھڑے ہوئے تھے اور اس طرح اپنے استاد کی روایت کو زندہ رکھا تھا۔ ایسا کرنا عاشقوں ہی کو سزاوار ہے اور خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔ رامپور پہنچے۔ کسی سے جان پہچان نہ تھی اس لئے اللہ کے گھر میں بسیرا کیا۔ آٹھ دس برس کی ایک بچی دو دن تو ان کے لئے کھانا لاتی رہی تیسرے روز آپ اتفاق سے پنجابیوں کی مسجد کی طرف جا نکلے۔ وہاں حافظ عبدالحق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حافظ صاحب نے انہیں اپنی مسجد میں آجانے کو کہا۔ آپ نے فرمایا ہم تو تین ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا تینوں آجاؤ۔ اس طرح آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا ٹھکانہ بن گیا۔ آپ نے تعلیم کا سلسلہ شروع تو کر دیا مگر آپ نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کو نصاب میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ موجودہ زمانوں کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور استاد بھی کتابی کیڑے پیدا کر رہے ہیں کردار سازی کی طرف ان کی توجہ نہیں۔ بہر حال رامپور میں تعلیم کا سلسلہ بڑی تندہی اور توجہ سے جاری رہا اس بارہ میں آپ نے اتنی محنت کی کہ صحت خراب ہو گئی۔ بیماری نے آلیا تو اپنا پرانا طب کی تعلیم کا شوق یاد آیا۔ معلوم ہوا لکھنؤ میں حکیم علی حسین بہت نامور ہیں۔ آپ فوراً لکھنؤ روانہ ہو گئے۔ مراد آباد سے ہوتے ہوئے لکھنؤ جا پہنچے۔

میری گرانئ رفتار پر نہ کر تنقید تو دیکھ یہ میں کہاں آگیا کہاں سے چلا؟

بھیرہ سے لاہور اور لاہور سے لکھنؤ!

سیدنا نورالدین لکھنؤ پہنچے۔ کڑکتی دوپہر تھی پاؤں دھول سے اٹے ہوئے تھے چہرہ پر سفر کی تکان تھی۔ حکیم صاحب کے دیوان خانہ میں پہنچے تو دیکھا کہ سفید براق چاندنی پر تکیے لگے ہیں اور سامنے ایک بزرگ خوبصورت شخص سفید کپڑوں میں ملبوس تکیہ پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔ لکھنوی رکھ رکھاؤ کا دور دورہ ہے۔ نشست و برخاست اور کلام و گفتگو پر لکھنویت طاری ہے۔ اس تمدن میں جہاں السلام علیکم کہنا بدتمیزی سمجھا جاتا تھا سیدنا نورالدین نے دیوان خانہ میں وارد ہوتے ہی بے دھڑک "السلام علیکم" کہا۔ حاضرین دم بخود رہ گئے۔ ایک نے طنز سے پوچھ ہی لیا "آپ کس مہذب ملک سے تشریف لائے ہیں؟" سیدنا نورالدین نے سادگی سے جواب دیا "یہ سادگی اور بے تکلفی ایک امی (فداہ ابی وامی) کی سکھائی ہوئی ہے اور اسی نے سلام کہنے کا یہ طریق مقرر کیا ہے"۔ سیدنا نورالدین کا یہ ارشاد ارباب مجلس پر بجلی بن کر گرا۔ حکیم صاحب نے سوال کرنے والے سے مخاطب ہو کر کہا "آپ بادشاہ کی سرکار دربار میں بھی رہے ہیں کیا آپ نے کبھی ایسا مسکت جواب سنا ہے؟"

اس گفتگو کے بعد حکیم صاحب نے نووارد سے آنے کا مقصد پوچھا۔ آپ نے فرمایا "تعلیم کے لئے حاضر ہوا ہوں"۔ حکیم صاحب نے کہا "میں تو ضعیف ہو چکا ہوں اس لئے تعلیم و تعلم سے ہاتھ اٹھالیا ہے"۔ سیدنا نورالدین نے فرمایا، "دانائے شیراز کا کہنا ہے دل نہ توڑا کرو"۔ حکیم صاحب نے کہا "یہاں حکیم نور کریم صاحب بہت قابل حکیم ہیں میں ان سے کہوں گا کہ وہ آپ کو شاگردی میں قبول کر لیں"۔ اس پر سیدنا نورالدین نے فرمایا "ملک خدا تنگ نیست پائے مالنگ نیست"! حکیم صاحب پھڑک گئے اور سیدنا نورالدین کو اپنی شاگردی میں قبول کر لیا۔

سیدنا نورالدینؓ وہاں سے نکلے تو اپنے بھائی کے دوست علی بخش خاں کے ہاں پہنچے۔ یہیں پر وہ تاریخی واقعہ پیش آیا جس کا ذکر ہمارے پھوپھا حضرت مولوی غلام نبی مصریؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا نورالدین نے روٹی پکانے کی ٹھانی۔ ذہن دوڑایا تو یہ ترکیب سمجھ میں آئی کہ اگر آٹے کو پانی میں گھول کر توے پر ڈال دیا جائے تو مناسب آنچ پر کچھ دیر رہنے کے بعد اس آٹے کو روٹی میں تبدیل ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ آپؓ نے اسی منطق کے مطابق آٹا گھولا۔ توا گرم کیا اور اس پر آٹے کا گھولوا انڈیل دیا۔ جب اندازہ ہوا کہ روٹی کا وہ حصہ جو توے پر ہے پک گیا ہوگا تو اسے اتارنے یا پلٹنے کی کوشش کی۔ بھلا روٹی یوں بھی پکتی ہے؟ آٹا کوئلہ ہو گیا مگر اس نے توے کا پنڈ چھوڑنا پسند نہ کیا۔ تب سیدنا نورالدینؓ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی "بار الٰہا! یہ تو میرے بس کا روگ نہیں۔ تو کیوں اپنے رزق کو ضائع کروانا چاہتا ہے" اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے بندہ کا یہ بے تکلفانہ شکوہ اتنا خوش آیا کہ سیدنا نور الدین حکیم صاحب کے پاس واپس پہنچے تو حکیم صاحب نے کہا "آپ بغیر پوچھے کہاں چلے گئے تھے؟ کیا شاگردوں کے یہی لچھن ہوتے ہیں؟ آپ کو کچھ سیکھنا ہے تو یہیں رہنا ہوگا اور وہ رہا آپ کا کمرہ۔ آپ کے کھانے کا بندوبست یہ ہے کہ آپ یہیں میرے ساتھ ماحضر تناول کیا کریں گے"!

سیدنا نورالدینؓ قریباً دو برس حکیم علی حسین سے متعلق رہے جب آپ نے محسوس کیا کہ آپ طب کی خاطر خواہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں تو آپ نے حدیث اور قرآن کی تعلیم کے حصول کے لئے لکھنؤ کو خیرباد کہا۔ حکیم علی حسین صاحب نے آپ کو طبابت کی سند عطا کی اور آپ لکھنؤ سے بھوپال کے لئے روانہ ہوئے۔

بھوپال پہنچ کر آپ نے اپنا سامان ایک سرائے میں رکھا اور نہادھو کر شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک تنور سے کھانا کھایا۔ اس وقت آپ کے پاس ایک روپیہ تھا۔ آدھا کھانے پر صرف ہو گیا۔ شہر میں داخل ہوئے تو محسوس ہوا کہ بقایا آدھا روپیہ بھی کہیں کھو گیا ہے۔ آپ سرائے میں واپس ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا سامان تو جوں کا توں موجود ہے مگر اس میں جو روپیہ پیسہ تھا وہ غائب ہے۔ آپ انا للہ پڑھ کر سرائے سے اپنا سامان اٹھا کر چلے۔ اور شہر کے اندر ایک مسجد میں جا ڈیرہ جمایا۔ دو تین دن اسی طرح بھوکے گذرے۔ جیب میں کچھ تھا نہیں غریب الوطنی میں کوئی پوچھ کے نہیں دیتا تھا۔ ریاست کے دیوان منشی جمال الدین نماز کے لئے تشریف لائے۔ نماز کے بعد ایک کس مپرس شخص کو بیٹھے دیکھا ہمراہیوں کو استفسار کے لئے بھیجا۔ آپ بھوک سے نڈھال اور پریشان ہو رہے تھے، استفسار کرنے والے کو کوئی سیدھا جواب نہ دیا۔ اس پر منشی جمال الدین، کہ زیرک آدمی تھے خود آئے کچھ سوالات کئے پھر اپنی نبض دکھائی۔ سیدنا نورالدینؓ نے ایک نہایت قیمتی نسخہ تجویز فرمایا۔ منشی صاحب آپ کی حذاقت کو بھانپ گئے۔ آپ کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول نہ کیا۔ اس پر منشی صاحب نے کہا رسول کریمؐ نے دعوت سے انکار کو پسند نہیں فرمایا۔ اس پر آپ نے دعوت قبول فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد دیوان صاحب کا ایک فرستادہ انہیں لینے کو حاضر ہوا۔ آپ نے اسے بتایا کہ آپ اتنے کمزور ہیں کہ چلنے کی سکت بھی نہیں رکھتے۔ اس فرستادہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور جا کر دیوان کے پہلو میں بٹھادیا۔

سیدنا نورالدینؓ نے اس واقعہ کو خود بیان فرمایا ہے۔ جس کا انداز ہی اور ہے مگر وہ میرے سامنے موجود نہیں واقعہ کچھ اس طرح ہوا "کھانا لایا گیا۔ آپ سوچ میں پڑ گئے کیا کھائیں کیا نہ کھائیں؟ مرغی کے شوربہ میں پکے ہوئے چاول آپ کو مرغوب تھے، آپ نے تھوڑے سے کھانے کے لئے اپنی پلیٹ میں نکالے پھر خیال آیا کہ اتنی فاقہ کشی کے بعد ایسا نہ ہو چاول نقصان دیں آپ نے چاولوں کی پلیٹ بڑھادی۔ پھر مرغ کا شوربہ لیا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے پیا تو بہت بھلا معلوم ہوا۔ اس سے بدن میں تقویت بھی پیدا ہوئی۔ میزبان بہت زیرک تھے چاولوں کی پلیٹ بڑھانے سے انہیں خیال پیدا ہوا کہ یقیناً ان کے پکانے میں کوئی کوتاہی رہ گئی ہوگی۔ آپ نے اپنے خانساماں کو طلب کیا اور پوچھا، "چاولوں میں کوئی خرابی رہ گئی تھی؟" اس نے کہا "کوئی ایسی خرابی بھی نہیں تھی مگر اتنا ضرور ہوا تھا کہ مرغ کا گوشت ذرا سا زیادہ بھن گیا تھا"۔ دوسرا سوال ہوا آج کے کھانوں میں سب سے بہتر کھانا کون سا تھا؟" اس نے کہا "مرغ کا شوربہ"۔ اس معمولی سے واقعہ کا میزبان پر جو اثر مرتب ہوا ہوگا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بھوپال ہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار نہایت نفیس کپڑا میسر آگیا تو آپ نے اس سے دو عمدہ صدریاں تیار کروائیں۔ ابھی پہننے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ان میں سے ایک چوری ہو گئی۔ آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر مطمئن ہو گئے اور باقی ماندہ صدری کسی کو خیرات کردی۔ کچھ دنوں کے بعد وہاں کا ایک امیر زادہ کسی خفیہ

مردانہ مرض میں مبتلا ہوا۔ اس نے اپنے کسی دوست سے کہا کہ وہ کسی ایسے حکیم کو تلاش کرے جو شہر میں زیادہ معروف نہ ہو کیونکہ زیادہ معروف حکیم کا علاج کرنے سے بیماری کے مشتہر ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ وہ دوست اتفاق سے سیدنا نورالدینؓ سے واقف تھا۔ آپ کے پاس آیا اور مریض کی کیفیت کہی۔ حضورؓ نے فرمایا "یہ تو میری صدری کا انتظام معلوم دیتا ہے" اور مریض کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ پہنچے تو دیکھا کہ وہ باہر باغ میں بیٹھا ہے۔ اس نے اپنی بیماری کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے معمولی سا نسخہ تجویز فرمایا۔ اس نے ایک روز ہی دوا لی تھی کہ مرض غائب ہو گیا۔ دوسرے روز اس کا آدمی بہت سے کپڑے اور بہت سی رقم نذرانہ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "یہ تو میری صدری کا انتظام معلوم دیتا ہے" اس شخص نے دریافت کیا کہ یہ صدری کا کیا راز ہے؟ تب سیدنا نورالدین نے اسے بتایا کہ کس طرح ان کی صدری چوری ہو گئی تھی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس صدری کی واپسی کا انتظام فرمایا ہے۔ مگر اس امیر نے اتنا روپیہ دے دیا تھا کہ حج واجب ہو گیا۔ چنانچہ آپ حج کی نیت سے حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔

میں نے لڑکپن میں "مرقاۃ الیقین" پڑھی تو ایک بات ذہن پر نقش ہو گئی۔ اب کوئی چالیس برس کے بعد سیدنا نورالدینؓ پر مضمون لکھنے بیٹھا ہوں تو وہی بات سامنے آگئی ہے۔ عجیب فلسفیانہ اور صوفیانہ نکتہ ہے اور اس نکتہ نے عمر بھر بہت لطف بھی دیا ہے اور فائدہ بھی پہنچایا ہے۔ بھوپال سے روانہ ہونے لگے تو سیدنا نورالدینؓ نے استاد سے کہا کوئی الوداعی نصیحت؟ استاد نے کہا "نورالدین خدا بننا نہ خدا کا رسول" سیدنا نورالدینؓ نے عرض کیا "حضور بات کی سمجھ نہیں آئی" استاد نے کہا "خدا کی کوئی صفت بیان کرو" حضور نے مرقاۃ الیقین میں بیان فرمایا ہے کہ اس وقت معاً قرآن حکیم کی یہ آیت سامنے آئی جو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت کیطرف اشارہ کرتی ہے کہ "فعال لما یرید" استاد نے کہا بس بس! میں یہی کہنا چاہتا تھا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہ کر لینے پر قدرت رکھتا ہے۔ انسان بڑا کمزور ہے وہ ہر بات کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اگر کوئی ایسا موقعہ آئے کہ تم ہر چیز کرنے پر اپنے کو قادر سمجھنے لگو تو ایسا نہ کرنا کہ خدا ہی بن بیٹھو۔ دوسرے یہ امر صرف رسولوں کو سزاوار ہے کہ ان کی بات نہ ماننے والے خدا کے غضب کے مورد ہوتے ہیں۔ اگر دنیا میں لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ وہ لوگ جہنمی ہیں اور اللہ کے غضب کے ضرور مورد ہوں گے"۔ میں نے حضور کے الفاظ میں تو نہیں حضور کے ارشادات کا خلاصہ اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے اس بات نے اس وقت بھی بہت لطف دیا تھا اور آج بھی اس لطیف نکتہ پر سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔ سیدنا نورالدینؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ان کے استاد کی اس بات نے ان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت "فعال لما یرید" کا جو ادراک پیدا کیا وہ زندگی بھر مشعلِ راہ رہا۔

سیدنا نورالدینؓ بمبئی سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاز میں جدہ تک اور جدہ سے اونٹ پر مکہ مکرمہ تک سفر طے ہوا۔ حضور نے مکہ پہنچتے ہی اس زمانہ کے بزرگ علماء سے حدیث کا درس لینا شروع کیا۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے تو مدینہ طیبہ کا رخ کیا اور وہاں بھی تحصیل جاری رکھی۔ واپس تشریف لائے تو لوگ دنیاوی مال و متاع لے کر لوٹتے ہیں۔ سیدنا نورالدینؓ کے سامان میں کتابوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ذہن بھی علم سے معمور تھا سامان بھی!

اپنے وطنِ مالوف بھیرہ پہنچے، اگرچہ مسلمانوں، ہندوؤں سب نے آپ کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا مگر کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ نے محسوس کیا کہ شہر کی فضا میں عجیب قسم کی بے چینی اور بد اعتمادی کا دور دورہ ہے اور تعصب اپنی انتہائی بلندیوں تک پہنچا ہوا ہے۔ سیدنا نورالدینؓ نے حکمت کا کام شروع کیا۔ شادی کی اور اپنے شہر ہی میں جم کر بس جانے کی کوشش کی۔ آپ کی حذاقت کا شہرہ ہو گیا اور لوگ دور دور سے علاج کے لئے آنے لگے۔ والد محترم نے بھی حکمت کے کام میں ان کی بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ایک بڑا مکان مطب کے لئے ان کے حوالے کر دیا۔ آپ علاج کرتے تو امیروں سے تو علاج کا معاوضہ لیتے مگر غربا کے علاج کے لئے کوئی معاوضہ طلب نہ فرماتے بلکہ اکثر اوقات دوا کے لئے اپنی جیب سے مدد بھی فرماتے۔ نیا مطب بنایا تو اس کی عمارت کے سلسلہ میں بارہ سو روپیہ قرض ہو گیا۔ اب اس کی ادائیگی کی سبیل بھی دیکھئے۔ توکل علی اللہ نکل کھڑے ہوئے۔

سیدنا نورالدینؓ کی ساری زندگی توکل علی اللہ کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے اس بندہ سے ہر موقعہ اور ہر مقام پر اپنے فضلوں سے نوازا ہے۔ مرقاۃ الیقین پڑھتے ہوئے "یقین" کا جو تصور قائم ہوتا ہے وہ دنیاداروں کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ سیدنا نورالدین نے ایسے بے شمار واقعات بیان فرمائے ہیں جنہیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انسان کو اللہ پر توکل ہو تو ایسے خارق عادت واقعات بھی ظہور میں آسکتے ہیں۔ بھیرہ سے دہلی کے سفر پر روانہ ہوئے تو ایک دوست سے کوٹ مستعار لیا۔ سٹیشن پر پہنچ کر ٹکٹ خریدنے کا موقعہ آیا تو جیب میں ہاتھ ڈالا اس کوٹ کی جیب میں اتنی ہی رقم موجود تھی جتنی لاہور کے کرائے کے لئے درکار تھی۔ لاہور سے دہلی کا ٹکٹ لینا تھا جیب میں کوئی رقم نہیں تھی۔ بکنگ آفس پر قطار بھی بہت لمبی تھی آپ اپنی باری کے انتظار میں کھڑے تھے کہ ایک دوست نے دور سے انہیں دیکھ لیا اور بھاگ کر اپنے ذرائع سے ان کے لئے ٹکٹ لے آیا۔ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ دوست نے سمجھا کہ آپ ٹکٹ کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ کسی قیمت پر ٹکٹ کے پیسے لینے کو تیار نہیں۔ یہ انتظام بھی ہوا۔ وہاں دیوان بھوپال منشی جمال الدین صاحب نے دیکھ لیا اور طلب فرمایا۔ ان کا داماد بیمار تھا۔ آپ نے سیدنا نورالدین کو اپنے پاس ہی ٹھہرا لیا اور راتوں رات ان کے لئے نئے کپڑے بھی تیار کروا دیئے۔ آپ نے دیوان صاحب کے داماد کا معائنہ کیا آپ نے تشخیص فرمائی کہ رسولی ہے اور اس کے علاج کے لئے وقت درکار ہے۔ دیوان صاحب نے کہا بھوپال چلئے۔ آپ نے فرمایا میں گھر سے زیادہ دیر غیر حاضر نہیں رہ سکتا کہ اب شادی شدہ ہوں۔ دیوان صاحب نے آپ کو پانچ سو روپے دیئے کہ یہ گھر بھیج دیجئے اور میرے ساتھ بھوپال چلئے۔ کچھ عرصہ کے بعد دیوان صاحب نے مزید سات سو روپے دے دیئے۔ اس طرح سارا قرضہ اتر گیا تو آپ بھوپال سے واپس اپنے وطن آگئے۔

کچھ عرصہ کے بعد سیدنا نورالدینؓ ایک رویاء کے تحت کشمیر چلے گئے۔ کشمیر کے حکیم فدا محمد صاحب شاہی طبیب تھے کچھ عرصہ کے بعد وہ ریٹائر ہوئے تو سیدنا نورالدینؓ شاہی طبیب کے رتبہ پر فائز ہو گئے۔ اس حیثیت میں سیدنا نورالدینؓ ریاست کے تمام شفا خانوں کے بھی افسر اعلیٰ مقرر ہو گئے اور پندرہ برس تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اس پندرہ برس کے عرصہ میں سیدنا نورالدینؓ کی زندگی خدمتِ خلق اور دینِ اسلام کی اشاعت میں صرف ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ مہاراجہ اور مہاراجہ کے قریبی عزیزوں نے سیدنا نورالدین سے قرآن کے اسباق بھی لئے۔ خود آپ کا یہ عالم تھا کہ ایک بار مہاراجہ کے ساتھ مہینہ بھر کے سفر پر جانا ہوا تو نصف قرآن حفظ فرما لیا۔ اور واپس پہنچ کر باقی نصف بھی حفظ کر کے اپنے باپ دادا کی روایت کو پورا کر دیا۔

ایک بار مہاراجہ بیمار تھا، فوری طلبی ہوئی۔ آپ جانے کے لئے تیار ہوئے تو ایک مہترانی روتی دھوتی آئی کہ اس کا شوہر بہت بیمار ہے اور خطرہ میں ہے۔ آپ نے مہاراجہ کے ایلچی کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں ابھی اس غریب کا معائنہ کر کے مہاراجہ کے دربار میں آؤں گا اور خود اس مہتر کے علاج کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہندوستان کی شخصی ریاستوں کے نظام میں جہاں حکمران سیاہ و سفید کے مالک اور مطلق العنان حاکم سمجھے جاتے تھے اور تھے، ایسی جرات کرنا سیدنا نورالدینؓ ہی کا کام تھا۔ ہر مردے و ہر کارے! کوئی اور ایسی گستاخی کرتا تو خدا معلوم کس سلوک کا مستحق گردانا جاتا۔ مگر سیدنا نورالدینؓ کا دبدبہ تھا کہ آپ نہایت اطمینان سے اس غریب کے علاج سے فارغ ہو کر مہاراجہ کے علاج کے لئے گئے تو معلوم ہوا مہاراجہ کی تکلیف رفع ہو چکی ہے اور اسے کسی علاج معالجہ کی ضرورت ہی نہیں۔

ریاست کے وزیر اعظم دیوان پچھمن داس نے اپنے محل پر نہایت سخت اور اکھڑ پٹھانوں کا پہرہ بٹھا رکھا تھا کہ لوگ وقت بے وقت وزیرِ اعظم کے آرام میں مخل نہ ہوں۔ سیدنا نورالدین کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے وزیر اعظم کو والا نامہ لکھا اور نہایت حکمت کے ساتھ سرزنش فرمائی۔ وزیرِ اعظم نے آپ کے ارشاد پر فوری طور پر عمل کیا اور عوام کی یہ شکایت، جس کے بارہ میں لوگ باتیں تو بناتے تھے مگر عملی طور اس کے بارہ میں کچھ کرنے سے قاصر تھے رفع کر دی گئی۔

مہاراجہ کے بھائی راجہ امر سنگھ نے بھی آپ سے قرآن کے اسباق لئے۔ وہ آپ کے لئے از حد احترام کے جذبات رکھتا تھا۔ پاکستان کے ایک سینئر بیورو کریٹ اور اردو کے نامور ادیب، قدرت اللہ شہاب جو اب اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں اور ان کا معاملہ اب اللہ کے ساتھ ہے، اپنی خود نوشت سوانح حیات میں، جو شہاب نامہ کے نام سے ۱۹۸۷ء میں چھپی ہے سیدنا نورالدینؓ کے بارہ میں یہ دریدہ دہنی کی ہے، "مہاراجہ پرتاپ سنگھ بے اولاد تھا اپنی جانشینی کے لئے اس نے اپنی برادری کا ایک لڑکا منتخب کر کے متبنیٰ بنا رکھا تھا لیکن ہری سنگھ کے باپ راجہ امر سنگھ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو ریاست کا وارث بنانا چاہتا تھا اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے ریاست کے طول و عرض میں سازشوں کا جال بچھا دیا۔ اس ساز باز میں راجہ امر سنگھ کو حکیم نورالدینؓ سے بڑی مدد ملی" (شہاب نامہ صفحہ ۳۵۸)

اس اقتباس میں نہایت چالاکی سے ایسی مغالطہ انگیزی سے کام لیا گیا ہے کہ "خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے"۔ تاریخی شواہد ملاحظہ فرمائیے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۸۵ تک حکمران رہا مہاراجہ پرتاپ سنگھ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۲۵ تک حاکم رہا۔ راجہ ہری سنگھ جس کی تخت نشینی کی سازشوں میں (نعوذ باللہ) حکیم نورالدینؓ شریک رہے آپ کے کشمیر سے رخصت ہو جانے کے بھی دو برس بعد یعنی ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوا تھا اور سیدنا نورالدینؓ کی وفات کے بعد ۱۹۲۵ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں قدرت اللہ شہاب جیسے ادیب کی بات کی حیثیت بوالعجبی سے زیادہ نہیں رہتی۔ مگر حیرت ہے کہ بعض اوقات پڑھے لکھے لوگ بھی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ تاریخی حقائق ان کے الزام لگا دینے سے بدل نہیں جائیں گے۔ قدرت اللہ شہاب، اردو ادب میں بہت بڑا نام ہے مگر اس گھناؤنی کوشش نے انہیں دوسروں کی نگاہ میں بہت چھوٹا بنا دیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کشمیر سے روانگی کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے۔ مہاراجہ نے ایک عزیز کی شہ پر آپ کو اچانک چھڑوا دیا۔ آپ کی اچھی خاصی آمدنی تھی مگر آپ ساری آمدنی غربا و یتامیٰ کی پرورش اور نیکی کے کاموں میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے جاننے والوں میں ایک صاحب تھے جو ہمیشہ ہی آپ کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ کچھ کڑے وقتوں کے لئے بھی بچا کر رکھنا چاہئے مگر آپ ہمیشہ ہی یہ جواب دیتے تھے کہ اللہ توکل کرنے والوں کا خود متکفل ہوتا ہے مجھے ایسی کسی کوشش کی ضرورت نہیں۔ جب آپ کے کشمیر سے رخصت ہونے کی خبر سنی تو وہ صاحب آئے اور کہنے لگے "میں نہ کہتا تھا کڑے وقتوں کے لئے کچھ بچا کر رکھئے اب کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کچھ نہیں ہوگا۔ اتنے میں سرکاری خزانہ سے کچھ رقم آگئی۔ وہ آپ کے بقیہ ایام کارکردگی کا معاوضہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مہارانی کی طرف سے تحفہ کے طور پر کچھ رقم آئی۔ وہ صاحب حیران کھڑے یہ تماشہ دیکھتے رہے۔ آخر کہا چلو یہ تو چھوٹی چھوٹی رقمیں آگئیں آپ کے جانے کے لئے تو بہت رقم درکار ہے۔ اور آپ نے فلاں ساہوکار کے دو لاکھ سے زیادہ روپے بھی دینے ہیں وہ بھلا آپ کو کیسے یہاں سے جانے دے گا؟ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اسی ساہوکار کا کارندہ حاضر ہوا اور دست بستہ عرض کی "مجھے میرے مالک کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی ہے کہ میں آپ کے جانے کے سلسلہ میں آپ کی پوری مدد کروں اور جس شے کی آپ کو ضرورت ہو وہ مہیا کروں۔ فرمایئے میرے لائق کیا خدمت ہے"۔ وہ صاحب جو سیدنا نورالدینؓ کو نصیحتیں کر رہے تھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ آخر ایک عجیب بے یقینی کے عالم میں فرمایا "خدا کے رنگ ڈھنگ بھی نرالے ہیں! ہم محنتیں کر کر کے مر جاتے ہیں تب آزوقہ نصیب ہوتا ہے۔ یہ نورالدین ہیں کہ ان کے لاکھوں کے قرضے بے باق ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سیدنا نورالدینؓ، جیسا متوکل اسی الٰہی سلوک کا مستحق تھا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے عطا فرمایا تھا کہ انہیں اس دور کے مسیح کا خلیفہ بننا تھا۔ اللہ جنہیں نواز تا ہے یونہی نہیں نواز تا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا نورالدینؓ کی تعریف میں جو کچھ فرمایا وہ آب زر سے لکھے جانے اور تقلید کئے جانے کے قابل ہے،

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے!

واقعہ کربلا کا مختصر پسِ منظر

اور

بانی جماعت احمدیہ کی نظر میں حضرت امام حسینؓ کا بلند مقام

محمد یوسف انور مدرس مدرسہ احمدیہ۔ قادیان

حضرت امام حسینؓ تین یا پانچ تاریخ شعبان کی سنہ چار ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسینؓ رکھا اور عقیقہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جناب امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں فرمائیں ترمذی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اور ترمذی نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں الٰہی میں انہیں دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے جو انہیں دوست رکھے۔ ترمذی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرتؐ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے۔ فرمایا حسنؓ اور حسینؓ سے اور آپ حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرماتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو لے آؤ پھر آپ دونوں کو سونگھتے تھے اور سینے سے چمٹا لیتے تھے۔ حضرت امام حسینؓ کے متعلق روایت ہے حضورؐ نے فرمایا حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے۔ دوست رکھے اللہ اُسے جو حسینؓ کو دوست رکھے۔

آپ کی نیکی تقویٰ بزرگی علو مرتبت کو تمام مسلمان جانتے ہیں۔ میدان کربلا میں آپؓ نے اور آپ کے ساتھیوں نے ایثار و قربانی کا عظیم نمونہ دکھایا خاندان کے بیشتر افراد جو آپؓ کے ساتھ تھے ایک ایک کر کے اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھے مگر ظلم اور خلاف حق کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی حتّٰی کہ اپنی عزیز جان بھی طرح طرح کے مصائب اور مظالم برداشت کرتے ہوئے قربان کر دی اور ایک فاسق و فاجر انسان کی اطاعت کو قبول نہ کیا۔ گویا آپ نے یہ سبق دیا کہ سچائی زندگی اور جان سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اس قربانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے قیامت تک اسلام کی خدمت کرنے والی جماعتیں آپؓ کی نسل میں پیدا کر دیں اور متقین کا امام بنایا۔

جس طرح حضرت ابراھیمؑ نے اپنی بیوی اور بیٹے کی اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کی تھی اور خدا نے اُن کو اس کے بدلے بہت پھل عطا کیا یہاں تک کہ خود بانی اسلام حضرت محمدؐ کا بابرکت وجود بھی جو جامع جمیع کمالات کے مالک تھے اسی قوم سے پیدا ہوئے۔

اس طرح حضرت امام حسینؓ نے پھر حضرت اسماعیل جیسی قربانی کی تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک صلحاء اور راست بازوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپؓ کی نسل میں پیدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں تک تاریخ کا سوال ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ کی لوگوں نے بیعت کی۔ لیکن آپ نے فساد سے بچتے ہوئے اپنا حق ترک کر دیا۔ حضرت امام حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بن گئے۔ اور اپنے بعد اپنی زندگی میں ہی اپنے لئے یزید کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ مدینہ کے چند ممتاز روسائے امت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر۔ امام حسینؓ اور عبداللہ بن عباس اس بیعت کے مخالف تھے، امیر معاویہ کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنی توجہ انہیں لوگوں سے بیعت لینے کی طرف منعطف کی اور والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو لکھا کہ ان لوگوں کو اپنے یہاں طلب کر کے بغیر مہلت دیئے ہوئے بیعت لے لو۔

ولید نے پہلے امام حسینؓ کو بلایا ان کو یزید کا خط دکھایا اور بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے امیر معاویہ کے انتقال کا حال معلوم کر کے انا للہ پڑھی ان کے حق میں کلمات خیر کہے اور دعا کی اور پھر فرمایا، مجھ جیسا آدمی مخفی طور پر بیعت نہیں کرے گا۔ تم جس وقت سب لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے اور مجھے بھی طلب کرو گے اس وقت دیکھا جائے گا۔ ولید امن پسند تھا اس نے اُن کی بات مان لی۔ عبداللہ بن زبیر یہ حال سن کر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئے اس کے بعد امام حسینؓ بھی اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مکہ چلے محمد بن حنفیہ نے ان کو بہت سمجھایا اور باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں رُکے۔

جب امام حسینؓ مکہ میں آئے تو یہاں ان کے پاس لوگوں کا ازدحام رہتا تھا۔ جہاں تک تاریخ کا سوال ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت امام حسینؓ کی لوگوں نے بیعت کی لیکن آپؓ نے فساد سے بچتے ہوئے اپنا حق ترک کر دیا۔ حضرت امام حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بن گئے۔

اہل کوفہ کے پیغامات اور خطوط

کوفہ والوں کی حالت بھی عجیب تھی۔ ایک طرف تو امیر معاویہ کے بہت بڑے مخالف اور حضرت علیؓ کے سچے عاشق بنتے تھے لیکن دوسری طرف جب امیر معاویہ سے مقابلہ کا وقت آتا تھا تو یہ میدان سے راہِ فرار اختیار کر لیتے تھے یہی انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ کیا تھا اور یہی صورت حضرت امام حسین کے معاملہ میں پیش آتی تھی، لیکن اپنی اس بزدلانہ فطرت کے باوجود جب بھی ان کو موقعہ ملتا تھا۔ یہ "عاشق اہل بیت" بن کر میدان میں ضرور آجاتے تھے خواہ ان کو راہ فرار ہی کیوں نہ اختیار کرنی پڑے۔ چنانچہ امیر معاویہ کی موت اور یزید کی تخت نشینی کے بعد حسب معمول "یہ عاشقانِ علی" پھر میدان میں آگئے اور انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے مکہ پہنچنے کے بعد سینکڑوں خطوط بھیجکر ان سے بھی درخواست کرنی شروع کی کہ سارا عراق آپ کے ساتھ ہے کوفہ آکر ہم کو اور سب مسلمانوں کو یزید کی ناپاک حکومت سے نجات دلایئے"

انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک وفد بھی آپؓ کی خدمت میں مکہ پہنچا اور گذارش کی کہ اہل کوفہ اور سارا عراق آپ کے ساتھ ہے آپ ہمارے ساتھ چل کر حکومت سنبھال لیجئے۔" چنانچہ امام حسینؓ اس جوش و خروش کو دیکھ کر خود جانے کی بجائے پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔ اُدھر یزید کو بھی علم تھا کہ لوگوں کے دل امام حسینؓ کی طرف کھنچ رہے ہیں۔

۱۸ ہزار کوفیوں کی بیعت

چنانچہ جب مسلم بن عقیل کوفہ روانہ ہو گئے تا کہ وہ حالات کا جائزہ لیں اور اطلاع دیں کہ حقیقت کیا ہے۔ جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ گئے کوفیوں نے ان کی بڑی عزت کی لوگ جوق در جوق آگے آنے لگے اور ان کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی بیعت کرنے لگے اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔

عقیلؓ مختار بن عبید کے گھر میں مقیم تھے جب گورنر کو علم ہوا تو اس نے آکر متنبہ کیا لیکن سخت قدم نہ اٹھایا، اس کے بعد عقیلؓ نے اس تنبیہ کے بعد ہانی بن عروہ کے مکان میں قیام کیا ہانی بہت محب اہل بیت تھے ان کے مکان پر آنے کے بعد ۱۸ ہزار کوفیوں نے حضرت امام حسینؓ کی خلافت کے لئے بیعت کی "مسلم بن عقیل نے امام حسینؓ کو یہ حالات لکھ دیئے اور لکھا آپ تشریف لایئے"۔

لیکن کوفہ کے جاسوسوں نے فوراً یزید کو اس واقعہ سے مطلع کیا یزید گھبرایا اس نے بصرہ کے حاکم عبیداللہ بن زیاد کو حکم بھیجا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر اس فتنہ کو دباؤ مسلم بن ہانی کو کوفہ سے نکال دو یا قتل کر دو۔ چنانچہ اس ظالم اور جابر حاکم دشمنِ آل رسول نے وہاں پہنچتے ہی ہانی بن عروہ کو بُری طرح زد و کوب کیا کوفہ میں خبر مشہور ہو گئی کہ ابن زیاد نے ہانی کو مار مار کر ہلاک کر دیا جب عقیل بن مسلم کو یہ خبر پہنچی جن کو ہانی، نے خود کہیں چھپا رکھا تھا مسلم بن عقیل اپنے اٹھارہ ہزار آدمیوں کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلے اُسی وقت عبداللہ بن زیاد کو ------ میں گھیر لیا ابن زیاد کے پاس صرف ۳۰ سپاہی تھے اور چند روسائے کوفہ تھے۔ ابن زیاد نے ان روساء کو کہا کہ اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ باز آجائیں ورنہ سخت سزا دی جائے گی اس طرح سے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ نیز اعلان کیا کہ جو امیر کی اطاعت کرے گا اسے انعام و اکرام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد تمام عاشقان اہل بیت کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا جو اس سے پہلے امام حسینؓ کی بیعت کر چکے تھے۔ صرف تیس آدمی مسلم بن عقیل کے ساتھ رہے۔

مسلم بن عقیلؓ نے اپنی شہادت سے قبل عمر بن سعد کو یہ وصیت کی تھی کہ حضرت امام حسینؓ کو ان واقعات سے مطلع کرنا کہ وہ راستہ سے واپس چلے جائیں۔ مسلم بن عقیل کو تن تنہا فوج کا مقابلہ کرنا پڑا آخر انہیں ابن زیاد کے پاس لایا گیا اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ کو روانگی

چونکہ حضرت امام حسینؓ کو بہتر اطلاعیں ملی تھیں آپؓ تیار ہو گئے خیر خواہوں نے منع کیا خاص طور پر عبداللہ بن عباس نے بہت ضد کی کہ نہ جائیں یا کم از کم اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیں لیکن مشیت ایزدی یہی تھی ساری کوششیں ناکام ہوئیں اور آپؓ سفر پر چل پڑے راستے میں عقیلؓ کی شہادت کی خبر ملی آپؓ کو بہت رنج ہوا اور ساتھیوں نے کہا کہ فی الحال ارادہ ملتوی کر دیں لیکن عقیل کے بھائیوں نے کہا کہ ہم تو بھائی کے خون کا بدلہ لیں گے یا لڑتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے قافلہ آگے چلا پھر عمر ابن سعد کا قاصد ملا جو مسلم بن عقیل کی وصیت کے مطابق امام حسینؓ کو روکنے کے لئے آیا تھا۔ ان سے حالات معلوم کرنے کے بعد آپؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم واپس جاؤ عقیل اور ہانی کو شہید کیا گیا ہے سارے کوفہ والے پھر گئے ہیں اپنی جانوں کو خطرہ میں مت ڈالو چنانچہ جو لوگ راستے میں ملے تھے وہ تو واپس ہو گئے۔ باقی اہل بیت آپ کے ساتھ رہے۔

اہل کوفہ پر رُعب بٹھانے کے بعد ابن زیاد نے شہر کے ناکے بند کرا دیئے اور ہزار سواروں کا ایک دستہ حر بن یزید کی سرداری میں امام حسینؓ کی تلاش میں بھیجا۔ چنانچہ کچھ دوری کے بعد حُر کا قافلہ امام حسینؓ کو ملا گفتگو کے بعد طے ہوا کہ امام حسینؓ کسی غیر معروف راستے سے سفر کریں گرمی بہت تھی حُر کا قافلہ بھی پیاسا تھا جنگل میں کہیں پانی نہ تھا آپؓ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے عورتیں تھیں آپ نے اپنے ساتھ کا پانی دشمن کی فوج کو پلا دیا حُر کے فیصلہ کے مطابق یہ قافلہ غیر معروف راستہ پر روانہ ہوا تین چار یوم کے بعد محرم کی دوسری تاریخ کو یہ قافلہ کربلا کے میدان میں پہنچا اور دریائے فرات کے قریب ٹھہر گیا۔

دوسرے روز ابن زیاد کا بھیجا ہوا ایک لشکر عمر ابن اسد کی سرکردگی میں کربلا پہنچا۔ اس کے بعد یزید کی فوج کا تانتا بندھ گیا۔ تمام راستے بند کر دیئے گئے۔ امام حسینؓ کو فوجوں میں گھیر کر یزید کی بیعت پر اصرار کیا گیا۔ ساتویں یوم ابن زیاد کے حکم پر دریا پر پہرہ لگایا گیا اور معصوم بچوں کو پانی کے لئے ترسایا گیا۔

ایذار سانی کی تمام صعوبتیں حضرت امام حسینؓ کو مجبور نہ کر سکیں کہ ایک فاجر فاسق بادشاہ کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کر لیں آٹھویں تاریخ کو عمر ابن اسد نے امام حسین سے کہا اب بھی موقع ہے یزید کی بیعت کیجئے اور مصیبتوں سے نجات پا جایئے لیکن امام کے استقلال میں فرق نہ آیا آپ نے صاف انکار کیا۔ ایک طرف عراقی افواج تھی دوسری طرف صرف ۸۰ افراد تھے چنانچہ تاریخی جنگ شروع ہونے سے پہلے امام حسینؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ میرے ساتھ جان نہ گنواؤ لیکن عورتوں اور بچوں نے بھی ساتھ چھوڑنے سے انکار کیا آپ کی بہن نے جب بھائی اور دیگر سارے خاندان کو اپنے سامنے موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھا تو رونے لگیں آپؓ نے ان کو تسلی دی اور پھر جنگ شروع ہو گئی تین روز بھوکے پیاسے رہنے کے باوجود بہت دلیری سے جنگ لڑی گئی ایک ایک فرد نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ آپؓ بھی تین دن کے پیاسے تھے آپؓ ایک گھونٹ پانی پینا چاہتے تھے کہ ایک شقی نے ایسا تیر مارا کہ آپ کا چہرہ لہو لہان ہو گیا آپ بہت پیاسے تھے اور تھکے ہوئے تھے فوجوں نے آپ کو گھیرا اور تیر برسائے اور آپ کا سر اقدس تن مبارک سے جدا کر دیا اور اس طرح حق کی خاطر آپ نے شہادت پائی۔

حضرت امام حسینؓ کا مقام بانی جماعت احمدیہ کی نظر میں

۱۰ محرم الحرام ۶۰ ہجری کو کربلا میں سیدّ الشہداء علیہ السلام نے حق کی تائید میں جام شہادت نوش

(باقی صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

خلافت رابعہ کا ذی شان دور عظیم تحریکات اور ان کی برکات

(فخر احمد چیمہ قادیان)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے مامورین کے ساتھ کئے گئے وعدوں میں بعض کو تو ان کی زندگی میں پورا کر دیتا ہے اور بعض کو ان کی وفات کے بعد کیلئے اٹھا کر رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :۔

واما نرينك بعض الذى نعدهم او نتوفينك فالينا مرجعهم ثم الله شهيد على مايفعلون۔ (یونس ۴۷)

امام مہدی کے زمانہ میں اسلام کو کل ادیان باطلہ پہ غلبہ ہوگا اس پر سب متفق ہیں اگرچہ یہ وعدہ ایک رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں پورا ہو چکا ہے مگر ظاہری رنگ میں یہ وعدہ اب خلفاء احمدیت ہی کے ذریعہ پورا ہوگا۔ اور گزشتہ تاریخ احمدیت اسے ثابت بھی کر رہی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ آج ہم بھی ٹھیک اسی دور سے گزر رہے ہیں جہاں ایک صدی قبل امام مہدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دور تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کو ۱۹۸۲ء کے سال میں مسند خلافت پر متمکن فرما کر اس بات کے غیر معمولی ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا ہے ٹھیک آج سے سو سال قبل ۱۸۸۲ء میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پہلا ماموریت کا الہام فرمایا تھا۔ آج احمدیت ایک انقلابی دور میں داخل ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ نوے سالوں میں جماعت احمدیہ نے جس رفتار سے ترقی کی ہے اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے صرف گزشتہ پندرہ سالوں میں کی ہے خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں جو غیر معمولی الٰہی تائیدات اور بے شمار برکات و نشانات ظہور پذیر ہوئے ہیں ان کو احاطۂ تحریر میں لانا اب ممکن نہیں رہا۔

لہٰذا اعداد و شمار کی روشنی میں بعض تحریکات کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

☆۔ ۱۳ر جون ۱۹۸۲ حضور انور نے فلسطینی مسلمانوں کیلئے حضوصی دعا کی تحریک کی۔

☆۔ ۱۸ر جولائی ۱۹۸۲ شرک کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کی تحریک۔

☆۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۸۲ جماعت کے نابینا افراد کو جماعت کا مفید جز بننے کیلئے۔

☆۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۸۲ جماعت کو کثرت سے درود پڑھنے کی تحریک کی۔

☆۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۸۲ سپین میں وقف عارضی کرنے کیلئے تحریک کی۔

☆۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۲ بیوت الحمد کی تحریک کی (یعنی مساجد کے ساتھ ساتھ اللہ کے غریب بندوں کے گھر بنانے کی تحریک)

☆۔ ۵ر نومبر ۱۹۸۲ **تحریک** جدید کے دفتر اول و دوم کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی **تحریک**۔

☆۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۸۲ احباب کو قیام نماز کی تحریک کی۔

☆۔ ۲ر دسمبر ۱۹۸۲ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات تیار کرنے کی تحریک کی۔

☆۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۲ امریکہ میں پانچ نئے مشن ہاؤسز اور مساجد کیلئے تحریک کی۔

☆ ۱۷ر دسمبر ۱۹۸۲ مرکز کے دوکان داروں کو اصلاح اخلاق کی تحریک۔

☆ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۲ الفضل اور ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت دس ہزار کرنے کیلئے تحریک۔

☆ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۲ کو احمدی خواتین کو بے پردگی کے خلاف جہاد کرنے کی تحریک۔

☆ ۲۸ر جنوری ۱۹۸۳ تمام احمدی احباب کو داعی الی اللہ بننے کی تحریک۔

☆ ۲۰ر اپریل ۱۹۸۳ کینیڈا میں نئے مشن اور مساجد بنانے کیلئے تحریک کی۔

☆ ۱۲ر جولائی ۱۹۸۳ غربا کو عید الفطر کی خوشیوں میں شریک کرنے کیلئے تحریک کی۔

☆ ۱۸ر مئی ۱۹۸۴ دو نئے یورپی مراکز انگلستان و جرمنی میں بنانے کی تحریک

☆ ۴ر فروری ۱۹۸۴ جلسہ سالانہ کیلئے پانچ سو دیگیں لینے کیلئے تحریک۔

☆ ۹ر نومبر ۱۹۸۴ حبشہ کی مدد کیلئے تحریک

☆ ۱۱ر نومبر ۱۹۸۴ احمدی بچوں کو قرآن حفظ کرنے کی تحریک۔

☆ ۱۲ر جولائی ۱۹۸۵ نستعلیق کمپیوٹر کی خرید کیلئے تحریک۔

☆ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۵ تحریک جدید کے دفتر چہارم کا آغاز۔

☆ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۵ وقف جدید کو ساری دنیا کیلئے وسیع کرنے کا اعلان کیا۔

☆ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ شہد پر تحقیق کرنے کی تحریک کی۔

☆ ۱۶ر مارچ ۱۹۸۶ سیدنا بلال فنڈ کی تحریک

☆ ۲۸ر مارچ ۱۹۸۶ بھارت کے مقامات مقدسہ کی مرمت کی تحریک۔

☆ ۸ر اگست ۱۹۸۶ جلسہ سیرت النبی کے کثرت سے منعقد کرنے کی تحریک۔

☆ ۲۲ر اگست ۱۹۸۶ تحریک شدھی کے خلاف تبلیغی جہاد از سر نو شروع کرنے کی تحریک۔

☆ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۸۶ ایل سلواڈور میں زلزلہ سے متاثرہ افراد کی امداد کی تحریک۔

☆ ۲۳ر جنوری ۱۹۸۷ نئے برسر روزگار آنے والے احمدیوں کو اور نئے ممالک کی جماعتوں کو جوبلی پروگرام میں شریک کرنے کی تحریک فرمائی۔

☆ ۳۰ر جنوری ۱۹۸۷ کو حضور انور نے ہر احمدی خاندان کو جوبلی تک مزید ایک احمدی خاندان بنانے کی تحریک کی۔

☆ ۶ر فروری ۱۹۸۷ جوبلی سے قبل ہر ملک کو ایک عمارت تعمیر کرنے کی تحریک۔

☆ ۳۰ر مارچ ۱۹۸۷ احباب جماعت، کو جنوبی امریکہ میں وقف عارضی کی تحریک کی۔

☆ ۳ر اپریل ۱۹۸۷ تحریک وقف نو کا آغاز۔

☆ ۶ر دسمبر ۱۹۸۷ اسیران راہ مولیٰ کی خاطر اور ساری دنیا کے اسیران کی بہبود کی خاطر کام کرنے کی تحریک کی۔

☆ یکم جنوری ۱۹۸۸ جمعہ کی طرف غیر معمولی توجہ دینے کی تحریک۔

☆ ۲۲ر جنوری ۱۹۸۸ گیمبیا میں نصرت جہاں اسکیم کا آغاز۔

☆ ۴ر اگست ۱۹۸۸ کیش لوگوں کو پیغام حق پہنچانے کیلئے تحریک۔

☆ ۱۰ر فروری ۱۹۸۹ تحریک وقف نو میں مزید دو سال کا اضافہ۔

☆ ۲۴ر فروری ۱۹۸۹ احمدی نوجوانوں کو شعبہ صحافت سے منسلک ہونے کی تحریک۔

☆ ۲ر جون ۱۹۸۹ سیر الون کی مفلوک الحالی دور ہونے کیلئے دعا کی تحریک۔

☆ ۷ر جولائی ۱۹۸۹ واشنگٹن کی مسجد میں حصہ لینے کی تحریک

☆ ۱۲ر اگست ۱۹۸۹ حضور نے افریقہ اور انڈیا کے تبلیغی کاموں کیلئے پانچ کروڑ روپیہ اکٹھا کرنے کی تحریک کی۔

☆ یکم دسمبر ۱۹۸۹ واقفین نو کو تین زبانیں سکھانے کی تحریک کی۔

☆ جون ۱۹۹۰ ایران میں زلزلے کی وجہ سے مالی تحریک کی۔

☆ ۱۵ر جون ۱۹۹۰ روس کیلئے واقفین کو آنے کی تحریک کی۔

☆ ۳ر اگست ۱۹۹۰ خلیج کے بحران کا ذکر کر کے خصوصی دعاؤں کی تحریک کی۔

☆ ۱۸ر جنوری ۱۹۹۱ افریقہ کے فاقہ زدہ علاقہ کیلئے تحریک فرمائی۔

☆ ۲۶ر اپریل ۱۹۹۱ نائیجیریا۔ غانا اور سیرالیون میں آنے والے لائبیریا کے مہاجرین کی امداد کی تحریک کی۔

☆ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۹۱ روس میں دعوت الی اللہ کرنے کی

☆ ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۱ ہندوستان میں نو احمدیوں کی تربیت کیلئے ریٹائرڈ لوگوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک۔

☆ ۲۸ر اگست ۱۹۹۲ خدمت خلق کی عالمی تنظیم قائم کرنے کی تحریک۔

☆ ۲ر اکتوبر ۱۹۹۲ سابق روسی ریاستوں میں احمدیوں کو وقف کرنے کی تحریک۔

☆ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کی تحریک۔

☆ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ کینیڈا کے شہر مس ساگا میں مسجد تعمیر کرنے کی تحریک۔

☆ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۲ مذاہب عالم کے اجلاسات بلانے کی تحریک۔

☆ یکم جنوری ۱۹۹۳ بہبود انسانیت چلانے کا تاریخی اعلان کیا گیا۔

☆ ۲۲ر جنوری ۱۹۹۳ تمام دنیا کے مظلومین پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی تحریک اور اس کیلئے مختلف ممالک کے سربراہوں سے رابطے کرنے کی تحریک۔

۲۲ر جنوری ۱۹۹۳ امریکہ کے احمدی اپنے ممالک کے سیاسی لیڈران کو سمجھانے کی کوششیں کریں کہ وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کو ملیامیٹ نہ کریں۔

☆ ۲۹ر جنوری ۱۹۹۳ بوسنیا کیلئے مالی امداد کی تحریک۔

☆ ۱۹ر فروری ۱۹۹۳ ستم رسیدہ بوسنین خاندانوں سے مؤاخات قائم کرنے کی تحریک۔

☆ ۲۸ر فروری ۱۹۹۳ بوسنیا فنڈ میں مزید حصہ لینے کی تحریک کی۔

☆ ۲۴ر فروری ۱۹۹۴ انگلستان میں وسیع ترین مرکزی مسجد کیلئے تحریک ۵۰ لاکھ پونڈ کی تحریک۔

☆ ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۴ ہندوستان میں قیام امن کی تحریک۔

☆ ۶ر جنوری ۱۹۹۵ نو مبائعین کو چندہ میں شامل کیا جائے۔

☆ ۳ر فروری ۱۹۹۵ جھوٹ کے خلاف جہاد بلند کرنے کی تحریک۔

☆ ۱۹ر مئی ۱۹۹۶ بچوں اور بچیوں کو بعض آیات قرآنی یاد کروانے کی تحریک۔

☆ ۲۴ر مئی ۱۹۹۶ ساری جماعت کو اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھنے کی تحریک۔

صد سالہ تقریبات

تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے آج تاریخ احمدیت اپنے آپ کو دوہرا رہی ہے خلافت رابعہ کے دور کی یہ امتیازی شان ہے کہ جماعت احمدیہ اب تک کئی صد سالہ تقریبات منعقد کر چکی ہے۔

۱۔ سب سے پہلے ۱۹۸۲ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی ماموریت پر سو سال پورے ہوئے۔

۲۔ ۱۹۸۶ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی پورا ہونے پر جماعت نے صد سالہ تقریب منعقد کی۔

۳۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۸۹ء کو جماعت احمدیہ اپنے قیام پر سو سال پورے ہونے پر جشن تشکر منا چکی ہے۔

۴۔ چوتھی تقریب ۱۹۹۱ء میں جلسہ سالانہ کے سو سال پورے ہونے پر منعقد ہوئی نیز اللہ تعالیٰ نے تقسیم ہند کے ۴۴ سال کے بعد پہلی بار کسی خلیفہ کو قادیان آنے کی توفیق عطا فرمائی۔

۵۔ ۱۹۹۴ء میں کسوف خسوف پر سو سال پورے ہونے پر جماعت احمدیہ نے صد سالہ تقریب منعقد کی۔

۶۔ ۱۹۹۶ء میں عظیم لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے لکھے جانے پر صد سالہ تقریب منعقد ہوئی۔

۷۔ اور ۱۹۹۷ء میں پنڈت لیکھرام والی پیشگوئی پوری ہونے پر سو سال کا عرصہ گزر رہا ہے۔

جماعت کی تبلیغی و تربیتی مساعی

جب گزشتہ دور کے مقابل پر جماعت کی تبلیغی و دیگر مساعی کو دیکھا جاتا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ اب جماعت کی رفتار بالکل تبدیل ہو چکی ہے۔ تبلیغ کے لحاظ سے جماعت نے اس قدر ترقی کی ہے کہ ۱۹۸۴ء سے لیکر ۱۹۹۳ء تک جماعت میں چار لاکھ افراد نے شمولیت اختیار کی تھی جبکہ ۱۹۹۴ء میں ۴۱۸۲۰۶ افراد ۱۹۹۵ء میں ۸۴۱۳۲۵ اور ۱۹۹۶ء میں ۱۶۰۲۷۲۱ افراد حلقہ بگوش احمدیت ہو چکے ہیں۔ یعنی صرف خلافت رابعہ کے دور میں ہی چونتیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار سے زائد افراد جماعت میں داخل ہوئے ہیں لازماً یہ آنے والی فتح

عظیم کا پیش خیمہ ہے۔

یہی حال دیگر امور کا بھی ہے ۱۹۸۴ سے قبل احمدیت صرف ۸۷ ممالک تک پھیلی ہوئی تھی لیکن جب دشمنان احمدیت نے اس شمع الٰہی کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہا تو خدا نے احمدیت کو ۱۵۲ ممالک میں گویا دگنی تعداد میں پھیلا دیا۔

اسی طرح ۱۹۸۴ء سے لیکر ۱۹۹۶ء تک پاکستان کے علاوہ آٹھ ہزار نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ اور وہ مساجد جو بنی بنائی جماعت کو ملی ہیں ان کی تعداد ڈھائی ہزار کے لگ بھگ ہے اور جماعت نے کل دو ہزار مساجد تعمیر کی ہیں۔ اسی طرح اب تک کل ۱۰۰۰ تبلیغی مراکز کھل چکے ہیں۔ اس سے خلافت رابعہ کے اس عظیم دور کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مخالفین احمدیت جتنی تیزی سے جماعت کو دبانا چاہتے تھے آج جماعت اس سے کہیں تیزی سے اپنی منزل مقصود کی جانب بڑھتی چلی جارہی ہے۔

بجٹ

خلافت رابعہ کے دور میں جماعت پر خدا تعالیٰ کے افضال اس قدر نازل ہوئے ہیں اور جماعتی اموال و نفوس میں کئی گنا برکت پڑی ہے باوجود اس کے کہ پاکستان میں بھی اور مختلف جگہوں پر جماعت کو جانی و مالی ہر قسم کا نقصان پہنچایا جاتا ہے خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے اموال کو بڑھاتا چلا جارہا ہے جیسے کہ وہ خود فرماتا ہے کہ یربی الصدقات یعنی وہ صدقات کو بڑھاتا ہے اس کا اندازہ جماعت احمدیہ کے سالانہ بجٹ کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے حضور انور نے سال ۱۹۹۶ کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا کہ ۱۹۸۲ء میں جماعت کا سالانہ بجٹ پانچ کروڑ پندرہ لاکھ ستانوے ہزار تھا۔ چنانچہ ۱۹۸۴ء کا سال جبکہ جماعت کو شدید جانی و مالی مخالفتوں کا سامنا تھا جماعت کا بجٹ خدا تعالیٰ نے پانچ کروڑ سے بڑھا کر بارہ کروڑ ترتالیس لاکھ باون ہزار روپے کردیا۔ گویا دوگنے سے بھی زیادہ کردیا۔ اور آج جبکہ خلافت رابعہ کے پندرہ سال پورے ہورہے ہیں خدا تعالیٰ نے جماعت کو ایک ارب چھ کروڑ ترانوے لاکھ کا بجٹ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یعنی خلافت کے کل پندرہ سالوں میں اللہ تعالیٰ نے بجٹ کو بیس گنا بڑھادیا ہے فالحمد للہ علی ذلک۔

تراجم قرآن کریم

قرآن مجید جو خدائے تعالیٰ کی جانب سے زمین پر بسنے والے ہر شخص کے لئے ہدایت اور رحمت ہے مگر اکثر انسان اس مائدہ سے محروم ہیں کیونکہ وہ عربی کو سمجھ نہیں سکتے۔ خلافت رابعہ کے دور میں صد سالہ جشن تشکر میں تشکر کے طور پر جماعت نے سو زبانوں میں قرآن مجید کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے آج ہم حضور کے عہد خلافت میں دنیا کے ۵۱ زبانیں بولنے والے افراد کو قرآن مجید کا بے نظیر تحفہ پیش کر رہے ہیں اور بقیہ پچاس زبانوں کیلئے کام شروع ہو چکا ہے۔

ان میں سے بعض معروف زبانوں کے نام اس طرح ہیں۔

گورمکھی ۔ ہندی ۔ آسامی۔ فرانسیسی۔ فانٹی۔
روسی۔ کویتی۔ کردی۔ یوروبا۔ یوگنڈی۔ کنڑی۔
سواحیلی۔ روسی۔ ملیالم۔ جرمن۔ تامل ۔اٹالین۔
اڑیہ۔ کشمیری۔ جاپانی۔ ہنگیرین۔ چینی ۔ نارویجن۔
سپینش۔ برمیز۔ پرتگالی۔ مراٹھی۔ پولش۔

نشانات

خدا تعالیٰ کی سنت ہمیشہ وہ الٰہی جماعتوں کو اپنے تازہ بتازہ نشانات دکھاتا رہتا ہے تا وہ اپنے ایمان میں ترقی کریں۔ ہم نے خلافت رابعہ کے دور میں بہت سے نشانات ملاحظہ کئے ہیں۔

۱۔ ۱۹۸۴ء کے سال میں جب پاکستان میں اینٹی احمدیہ آرڈیننس لاگو کیا گیا اور اس کے نتیجہ میں تمام جماعت خصوصاً خلیفہ وقت پر پابندی لگائی گئی کہ وہ کوئی بھی اسلامی کام نہیں کرسکتے۔ خدا تعالیٰ کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بحفاظت لنڈن لے جانا بھی معجزہ سے کم نہ تھا۔

۲۔ ۱۹۸۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے جملہ معاندین احمدیت کو مباہلے کا چیلنج دیا جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے دو ماہ کے اندر اندر دو عظیم الشان نشانات جماعت کو دکھائے۔ اسلم قریشی جس کے اغوا کئے جانے کا جماعت احمدیہ پر الزام لگایا جاتا تھا ایک ماہ کے اندر اندر برآمد ہو جانا تھا اور پھر پاکستان کے صدر ضیاء الحق کا ہوائی حادثہ میں ہلاک ہو جانا۔

۳۔ تیسرا بڑا نشان جو خدا تعالیٰ نے دکھایا وہ M.T.A. ہے جو ان سب نشانات سے بڑھ کر ہے۔ جس آواز کو ۱۹۸۴ء میں مخالفین نے دبانا چاہا تھا خدا تعالیٰ نے اُس آواز کو ساری دنیا میں کونے کونے تک پھیلا دیا۔ آج M.T.A (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ) کی بدولت ساری دنیا میں تبلیغ اسلام جاری وساری ہے۔ حضور انور کے درس القرآن سے لاکھوں افراد مستفید ہورہے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود کی بہت سی پیشگوئیاں آپ کے وجود میں پوری ہوئیں۔

۱۔ ۱۹۸۴ء میں جب آپ ربوہ سے ہجرت فرما کر لندن تشریف لے گئے تو داغ ہجرت کا الہام ایک مرتبہ پھر اپنی شان کے ساتھ آپ کے وجود میں پورا ہوا۔

۲۔ حکومت پاکستان کی طرف سے شائع شدہ قرطاس ابیض کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ خطبات میں جواب دیا۔ اس سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ۸۲ سال پرانا رؤیا پورا ہوا حضور فرماتے ہیں۔

”خواب میں میں نے دیکھا میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کسی مخالف کی میں اس کو پانی سے دھو رہا ہوں اور ایک شخص پانی ڈالتا ہے جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ساری کتاب دھوئی گئی ہے اور سفید کاغذ نکل آیا ہے صرف ٹائٹل پیج پر ایک نام یا اس کے مشابہ رہ گیا ہے“

یہ رؤیا حضور کے وجود میں پوری ہوئی۔

۳۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ایک رؤیا جس میں آپ نے دیکھا کہ ”بعض مخالفین سے آپ بچنے کیلئے ایک جگہ چلے جاتے ہیں ایک بچہ ہاتھ میں ہے اور ایک نئے علاقہ جو رشیا کا علاقہ ہے پہنچ جاتے ہیں“۔ چنانچہ دیوار برلن کے گرنے کے بعد روس میں تبلیغ اسلام کے دروازے کھل گئے اور روس میں جماعت کا نفوذ آپ کے عہد با سعادت میں ہوا۔

۴۔ تقسیم ہند کے بعد جب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ پہلی مرتبہ قادیان تشریف لائے تو نزول در قادیان کا الہام بھی آپ کے وجود میں پورا ہوا۔

۵۔ خلیج کے بحران کے سلسلہ میں آپ نے مسلسل خطبات کے ذریعہ عرب ممالک کو خصوصاً اور دنیا کو عموماً نصائح فرمائیں۔ اس سے حضرت اقدس علیہ السلام کی حمامۃ البشری میں درج پیشگوئی پوری ہوئی کہ حضرت اقدسؑ عرب کی خبر گیری کریں گے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو جس فریضہ کی ادائیگی پر مامور فرمایا آج آپ کے ادنیٰ غلام کی حیثیت سے میں آپ کی نمائندگی میں اس فریضے کو ادا کر رہا ہوں۔ (۷ ار اگست ۱۹۹۰)

حضور انور نے اپنے خطبات میں اپنے رؤیا و کشوف کا تذکرہ فرمایا ہے ان کا جماعت کی ترقی کے ساتھ گہرا تعلق ہے ان میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے رؤیا و کشوف

۱۔ ربوہ سے لندن تشریف لے جانے کے بعد حضور نے اپنے پہلے دورہ یورپ کے دوران فرانس میں اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

”ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ شدید بے چینی اور بے قراری تھی بعض اطلاعات کے نتیجہ میں اور ظہر کے بعد میں ستانے کیلئے لیٹا ہوں تو میرے منہ سے جمعہ جمعہ کے الفاظ نکلے اور ساتھ ہی ایک گھڑی کے ڈائل کے اوپر جہاں دس کا ہندسہ ہے وہاں نہایت ہی روشن حروف میں دس چمکنے لگا اور خواب میں وہ ایک کشفی نظارہ تھا وہ جو دس دکھائی دے رہا تھا باوجود اس کے کہ وہ اس ہندسے پر دس تھا جو گھڑی کے دس ہوتے ہیں لیکن میرے ذہن میں دس تاریخ آرہی تھی کہ Friday the tenth یہ انگریزی میں بھی کہہ رہا تھا کہ Friday the tenth اور ویسے وہ گھڑی تھی اور گھڑی کے اوپر دس کا ہندسہ تھا تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سا جمعہ ہے جس میں خدا تعالیٰ نے یہ نشان عطا فرمایا ہے۔ (۲۸ ر دسمبر ۱۹۸۴ء بمقام پیرس)

اسی طرح فرمایا کہ :۔

۲۔ چند دن پہلے رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے بار بار خوشخبریاں دکھائیں اور چار خوشخبریاں اکٹھی دکھائیں جب میں اٹھا تو اس وقت زبان پر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر تھا۔

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان چار خوشخبریوں کی حکمت یہ ہے کہ ایک غم پہنچے گا تو خدا تعالیٰ چار خوشخبریاں دکھائے گا۔

(۲۸ ر دسمبر ۱۹۸۴ء بمقام پیرس)

۳۔ جماعت کو نماز کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے اس رؤیا کا تذکرہ فرمایا گزشتہ جمعہ کو چونکہ نماز ہی کا مضمون چل رہا تھا اور جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو تہجد کی نماز میں مجھ سے ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جو بعض پہلو سے حیرت انگیز ہے تہجد کی نماز شروع ہوتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا محسوس نہیں کہنا چاہئے بلکہ اچانک ہی گویا ڈاکٹر حمید الرحمٰن بن گیا ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب جن کا ذکر کر رہا ہوں اس وقت تو وہ صرف ایک Symbol کے طور پر آئے تھے مگر میں پہلے انکا تعارف کرادوں۔ ڈاکٹر حمید الرحمٰن ہمارے ایک نہایت ہی مخلص فدائی احمدی جو صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے تھے خلیل الرحمٰن خان صاحب ان کے صاحبزادے ہیں اور امریکہ میں ڈاکٹر ہیں او ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب کے داماد ہیں اور بہت نیک پاک طینت رکھتے ہیں سلسلہ کے کاموں میں قربانیوں میں پیش پیش ہیں سادہ منکسر المزاج اور جہاں تک انسانی نگاہ کا تعلق ہے تقوی شعار انسان ہیں تو تہجد کی نماز شروع ہوتے ہی وہ نماز گویا میں نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ میں اور ڈاکٹر حمید الرحمٰن ایک وجود بن کر پڑھ رہے تھے اور کوئی تفریق نہیں تھی یہ کوئی آنا فانا واقعہ نہیں ہوا کہ آیا اور گزر گیا بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تہجد کے دوران جب میں سلام پھیرتا تھا تو یہ تصور غائب ہو جاتا تھا تو بغیر شعور کے پتہ نہیں لگتا تھا اُس وقت یہ واقعہ شروع ہوا ہے اچانک میری پرسنلٹی میرا وجود جو خدا کو مخاطب کر رہا تھا وہ حمید الرحمٰن تھا اور جیسے حلول کر جاتی ہے روح اس طرح میرے اندر حمید الرحمٰن کی روح گویا حلول کر گئی ہے اور مجھے اس پر تعجب نہیں ہوا اور نماز کے دوران بالکل احساس نہیں ہوا کہ کوئی عجیب واقعہ گزر رہا ہے بلکہ نارمل طریقے سے جس طرح وہ ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب کھڑے ہوتے ہوں گے نماز کے وقت اور اپنے متعلق سوچ رہے ہیں کہ میں حمید الرحمٰن ہوں اور جب خیال آتا ہے وہی کیفیت تھی لیکن ساتھ یہ بھی کہ میں بھی ہوں اور اس عجیب امتزاج پر کوئی تعجب بھی نہیں تھا اور جب نوافل کے درمیان وقفہ پڑتا تو اس طرف دماغ بھی نہیں جاتا اس وقت بھی احساس نہیں ہوا کہ یہ کیا واقعہ ہو رہا ہے یہاں تک کہ تقریباً ایک گھنٹہ مسلسل یہی کیفیت رہی اور جب یہ کیفیت گئی تو پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا ہے میرے ساتھ اس پر جب میں نے غور کیا تو اس میں بہر حال جس وجود کو خدا نے اس خوشخبری کیلئے چنا ہے اس کیلئے بہت بڑی خوشخبری ہے لیکن میں نے غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ اس میں ایک خوشخبری بھی بہت عظیم الشان ہے اور نجات کی راہ بھی ہمیں دکھائی گئی ہے خلیفہ وقت کے وجود میں دراصل ساری جماعت دکھائی جاتی ہے اور خوشخبری یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کوششوں کو قبول فرمایا ہے جو بار بار نماز کی اہمیت ذہن نشین کرانے کیلئے میں نے کیں اور یہ خوشخبری مبارک ہو کہ جماعت حمید الرحمٰن بن گئی ہے۔“

۴۔ اس صدی کا پہلا الہام جو مجھے ہوا وہ صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا وہ تھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(۲۴ ر مارچ ۱۹۸۹ء بمقام اسلام آباد لندن)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور کو قادیان کی ترقی سے متعلق بھی رؤیا دکھائی جس کا خلاصہ اس طرح ہے حضور نے محترم شاہنواز صاحب کو دیکھا کہ وہ بہت سے لوگوں کے ہجوم میں بیٹھے ہیں اور انہوں نے سر پر پگڑی باندھی ہوئی ہے چنانچہ حضور کے دل کی آواز جو ان تک پہنچ رہی ہے وہ یہ ہے کہ مجھے تو اس طرح سے آپ کی پگڑی باندھی ہوئی اچھی لگ رہی ہے۔ اور لوگ ان کو مشورہ دے رہے ہیں کہ آپ اس طرح سے باندھیں مگر وہ حضور کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میں تو اُسی طرح کروں گا۔ جس طرح یہ کہیں گے“۔

۶۔ اسی طرح حضور کو فرانسیسی زبان بولنے والوں کے کثرت سے احمدیت میں شامل ہونے کے متعلق بھی رؤیا دکھائی گئی۔

آج رات اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے اس سے بھی زیادہ اچھوتا خیال دکھایا اور اس عجیب اور دلچسپ رؤیا کا جرمنی کی جماعت کے ساتھ تعلق ہے خواب میں یہ تاثر شروع ہوا کہ جماعت جرمنی صد سالہ جشن تشکر کے طور پر نئے انداز میں خوبصورت سا نشان یا مجسمہ بطور یادگار بنانا چاہتی ہے اس میں ایک سے زائد خیالات پیش نظر رکھے گئے ہیں جن کے پیش کرنے کا انداز خاص ہے جیسے انہوں نے یہ مینارہ بنایا ہے جو غالباً شریف خالد صاحب کی ڈیزائننگ یا برین وئر تھی کہ جس جگہ سے میں خطاب کروں۔ وہ مینارۃ المسیح کی شبیہ کا ہو لیکن رؤیا میں کچھ اور انداز اختیار کئے ہوئے ہے اس وقت

خدا تعالیٰ مجھے ایک اور نظارہ دکھاتا ہے کہ یہ بھی اچھے اظہار ہیں مگر میں جو اظہار چاہتا ہوں وہ اس طرح ہونا چاہئے اور اس میں ایک بلاک دکھایا گیا ہے جس طرح پلاسٹک کا بلاک ہوتا ہے مگر اس میں خم اتنے خوبصورت ہیں کہ نظر پہ جادو کرتے ہیں اور میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ اتنی خوبصورت چیز بھی کوئی دنیا میں ہو سکتی ہے !اس بلاک پر کچھ کندہ نہیں ہے مجھے غالب کا مصرعہ "موج خرام ناز بھی کیا گل کتر گئی" یاد آگیا۔ ایک حیرت انگیز آرٹ کا مجسمہ تھا اور اس کے اوپر دنیا کا گلوب تھا میرے دل میں یہ بات چھا گئی کہ یہ نشان ہے جو اگلی صدی کا نشان ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ تعبیر نہیں آئی مگر رؤیا ختم ہوتے ہی میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اگلی صدی دوسری منزل ہے اور دوسری منزل میں تمام دنیا پر ہمارا غلبہ ہونا ہے۔"

(بدر جلد نمبر ۳۸۔ ۲۹ر جون ۱۹۸۹

آج رات میری توجہ ایک رؤیا کے ذریعہ مبذول کروائی گئی رؤیا میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کلام ایک خاص انداز سے پڑھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ کون بد بخت ہوگا جو خدا کے در پر مانگنے جائے اور پھر نامراد واپس لوٹے ۔۔۔ مصرعوں میں سے ایک مصرعہ خصوصیت کے ساتھ جو بار بار زبان پہ جاری ہوا اور دل پر نقش ہو گیا اس کا مضمون یہ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت نمائی پہ قادر ہے جب وہ چاہے گا حیرت انگیز قدرت کے کرشمے دکھائے گا۔۔۔ اور پھر ایک مصرعہ جو خاص طور پر میں نے بار بار پڑھا اور دو چار مصرعوں کے بعد پھر وہ مصرعہ زبان پر آجاتا رہا وہ یہ تھا کہ ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی اور ساتھ پھر وہ دوسرا مصرعہ بھی اس شعر کا کہ فسبحان الذی اخزی الاعادی۔ لیکن فسبحان الذی اخزی الاعادی والا مصرعہ ہر دفعہ نہیں پڑھا لیکن یہ مصرعہ جو ہے "ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی" یہ تو اس کثرت کے ساتھ میں رات اپنی رؤیا میں گنگناتا رہا ہوں اور بار بار پڑھتا رہا ہوں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بار بار دوسرے مصرعوں سے توجہ اس طرف منتقل ہو جاتی تھی۔ اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے مہدی بنایا ہے اور خدا کا ہادی کے طور پر آپ پر ظاہر ہونا یہ بتاتا ہے کہ خدا جو بھی قدرت نمائی فرمائے گا اس سے بہتوں کیلئے ہدایت کے سامان پیدا ہوں گے۔

اس کے ساتھ ہی میں نے ایک بچھڑی کو ذبح کرنے کے متعلق بھی نظارہ دیکھا۔ اور اسی حالت میں جب میں یہ شعر پڑھ رہا ہوں ایک آدمی ایک اچھی خوبصورت بچھڑی لیکر آتا ہے یا بچھڑا ہے لیکن ذہن میں زیادہ بچھڑی کا تصور ہے جو بہت خوبصورت بے داغ صاف ستھری بچھڑی ہے اور اس کو ذبح کرنے کیلئے میری توجہ کو اپنی طرف نہیں کھینچا گیا بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اپنے حال میں مصروف رہنے دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی جس طرح تبرکاً چھری لگا دی جاتی ہے جسم کے ساتھ اور پھر ذبح کیا جاتا ہے جانور کو۔ اس طرح جو شخص بھی اس گائے کی بچھڑی کو لیکر ذبح کرنے کیلئے لیجا رہا ہے وہ پاس سے گزرتا ہے اور چھری کو میرے بدن کے ساتھ لمس کرتا ہے اور پھر آگے جاکر (میرے ذہن میں یہ ہے کہ) اس نے اب اس گائے کو ذبح کرنا ہے"۔۔۔۔ پس اس رؤیا کا یہ پیغام سمجھتے ہوئے میں تمام جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اصل گائے جو ذبح کرنے والی ہے وہ دلوں میں پیدا ہونے والے شرک کے موہوم خیالات ہیں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۸۹۔ بدر ۲۳ نومبر ۱۹۸۹)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے رات رؤیا میں ایک خوشخبری دی اور وہ خوشخبری میں چاہتا ہوں جماعت کو آج بتا دوں۔۔۔ میں نے دیکھا کہ کثرت کے ساتھ صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا میں دوسری جگہوں پر بھی لوگوں میں جماعت کی نصرت کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے اور جس طرح طوفان میں موج در موج لہریں اٹھتی ہیں اسی طرح لکھوکھا آدمی جن کا جماعت سے تعلق نہیں وہ جماعت کی امداد کیلئے دوڑے چلے آرہے ہیں یہ نظارہ مسلسل اسی طرح رؤیا میں دکھائی دیتا رہا اور بعض دفعہ بعض ملکوں کی نشان دہی بھی ہوئی۔ اور اس وقت مجھے تعجب بھی ہوا کہ بظاہر تو ان کے ساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں مثلاً امریکہ کے مغرب سے بھی جو سان فرانسسکو اور لاس انجلس وغیرہ کا علاقہ ہے مغربی ساحل کیلیفورنیا سٹیٹ ہے جو زیادہ تر مغرب میں شمالاً جنوباً چلتی ہے اُس طرف سے بھی لاکھوں آدمی جماعت کی مدد کیلئے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ اور باہر کی دنیا سے بھی مشرق میں بھی یہی نظر آتا ہے اور پاکستان میں بھی یہ لہریں اٹھ رہی ہیں۔ اس نظارے کے بعد جو بالعموم ایک تموج کی شکل میں تھا یعنی انسان دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ موج در موج مخلوق خدا جماعت کی مدد کیلئے متوجہ ہو رہی ہے۔ بلکہ ایک دفعہ تو یوں لگا کہ جیسے میں کہوں کہ بس کافی ہو گئی بس کرو اتنی ضرورت نہیں لیکن لہریں پھر اٹھتی ہوئی دوبارہ ساحل سے ٹکرا کر جس طرح چھلک کر باہر آپڑتی ہیں۔ اس طرح میں نے ان کو دیکھا تو بیک وقت یہ احساس ہونے کے باوجود کہ یہ انسانی منہ ہے نظارہ وہ موجوں کا سا رہا۔ جب رؤیا سے آنکھ کھلی تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام تعبیر کے طور پر میری زبان پر جاری تھا کہ ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء کہ تیری نصرت خدا کے ایسے مرد میدان بندے کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ خود وحی کے ذریعہ اس بات پر آمادہ فرمائے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس نئی صدی کے پہلے سال میں رؤیا کا دکھایا جانا محض کسی عارضی مفاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ آئندہ زمانے میں جماعت کی نصرت کا خیال قوموں میں لہر در لہر موج در موج اٹھے گا۔ (خطبہ جمعہ ۱۲ر جنوری ۱۹۹۰)

۱۰۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک عظیم الشان خوشخبری عطا کی ہے جس کے پورا ہونے کے دن آچکے ہیں۔ میں نے چند دن ہوئے رؤیاً میں دیکھا کہ تذکرہ میرے سامنے کھلا پڑا ہے اور اس کے ایک طرف ایک پیراگراف ہے جس پر میری نظریں مرکوز ہیں میرے ذہن میں یہ اللہ کی طرف سے ڈالا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی ہے جس کے پورا ہونے کے دن آچکے ہیں۔ اور وہ پیشگوئی میں پڑھتا ہوں اس میں ہے ۔۔۔۔ یہ علماء اپنی مخالفت سے باز نہیں آئیں گے ۔۔ لیکن جس طرح خزاں کے موسم میں بھڑوں کے ڈنگ جھڑ جاتے ہیں اور وہ نیش زنی کرنے سے عاجز آجاتے ہیں۔ پنجابی میں ہم تو ان کو "دوگا" کہا کرتے تھے اردو میں مجھے علم نہیں لیکن وہ الفاظ جو الہام کے وہاں لکھے ہوئے ہیں وہ دوگے کے لفظ ہی لکھے ہوئے ہیں ۔۔۔ مولوی تو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے اور ڈنگ مارتے چلے جائیں گے لیکن خدا کی تقدیر ان کو دوگا کردے گی اور ڈنگ مارنے کی طاقت ان سے جاتی رہے گی۔ (۱۸ر مئی ۱۹۹۰)

۱۱۔ فرمایا محمد الیاس منیر صاحب جو اسیر ان راہ مولا ساہیوال کے نام سے مشہور ہیں۔۔۔ جب ان کی گردن پر پھانسی کا شکنجہ کس دیا گیا اور اطلاع ملی کہ اب کوئی نجات کی راہ دکھائی نہیں دیتی اور حکومت تل بیٹھی ہے کہ ان کو ضرور پھانسی دے گی اس وقت میں نے ایک رویا میں دیکھا کہ الیاس منیر کو میں ایک کھلی شاداب جگہ میں جہاں درختوں کے سائے ہیں بڑی محبت سے مل رہا ہوں۔ میں نے اس پر اسی وقت یہ اعلان کیا کہ اللہ کے فضل کے ساتھ اب یہ اسیر ان راہ مولا آزاد ہو کر ہمیں ملیں گے۔ اور اس وقت کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی۔" (جلسہ سالانہ برطانیہ)

۱۲۔ علاوہ ازیں حضور نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ساری رات میری زبان پر ایک لفظ "ڈاکار" جاری رہا صبح میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کہا کہ پتہ کریں کہ یہ کیا لفظ ہے۔ چنانچہ انہوں نے پتہ لگا کر بتلایا کہ یہ سینیگال کا دارالحکومت ہے چنانچہ اس پر جب وہاں رجوع کیا گیا تو اس کثرت سے وہاں احمدیت کا نفوذ ہوا ہے کہ آج وہاں پر تیس ایم پی جماعت احمدیہ کی بیعت کر چکے ہیں۔ حضور نے فرمایا وہ دن دور نہیں جبکہ سینیگال دنیا کا پہلا احمدی ملک ہوگا۔ انشاء اللہ۔

یہ رؤیا اور کشوف ہمارے ازدیاد ایمان کا موجب تو بن رہے ہیں وہیں حضور انور کے مقام کو بھی خوب واضح کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ پر مزید افضال و انوار کی بارش کرتا چلا جائے اور ہمیں آپ کے عہد باسعادت میں غلبہ اسلام کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین اللهم ايدامامنا بروح القدس۔

اطاعتِ خلافت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں

(امۃ الشافی ڈنگوہ ہماچل پردیش)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورہ نور میں فرماتا ہے۔ لا تجعلوا دُعآء الرسُولِ بينكُم كدعَاءِ بعضكُم بَعضا۔ یعنی اے مومنو یہ نہ سمجھو کہ رسول کا تم میں سے کسی کو بلانا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کا بعض کو بلانا اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ کے چند عارفانہ ارشادات قارئین کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ "تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کیلئے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تب بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے فرمایا یہی حکم اپنے درجہ کے مطابق خلیفۃ الرسول پر بھی چسپاں ہوتا ہے اور اس کی آواز پر جمع ہو جانا بھی ضروری ہوتا ہے۔"

فرمایا یہ مت سمجھو کہ چھوٹے چھوٹے احکام میں اگر پروانہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں یہ بڑی بھاری غلطی ہے جو شخص چھوٹے سے چھوٹے حکم کی پابندی نہیں کرتا وہ بڑے سے بڑے حکم کی بھی پابندی نہیں کر سکتا خدا کے حکم سب بڑے ہیں جن احکام کو لوگ چھوٹا سمجھتے ہیں ان سے غفلت اور بے پرواہی بعض اوقات کنسر تک پہنچا دیتی ہے طالوت کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے ایک نہر کے ذریعہ قوم کا امتحان ہو گیا سیر ہو کر پینے والوں کو کہہ دیا فلیس منی اب ایک سطحی خیال کا آدمی تو یہی کہے گا کہ پانی پی لینا کون سا جرم تھا مگر نہیں اللہ کو اطاعت سکھانا مقصود تھا وہ جنگ کے لئے جا رہے تھے اس لئے یہ امتحان حکم دے دیا اگر وہ اس چھوٹے سے حکم کی اطاعت کرنے کے بھی قابل نہ ہوں گے تو پھر میدان جنگ میں کہاں مانیں گے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے دیکھا ہے کہ جراب میں ذرا سوراخ ہو جاتا تو فوراً اس کو تبدیل کر لیتے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب لوگ پھٹی ہوئی جرابوں پر مسح کرتے ہیں"۔ (تقریر منصب خلافت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ جب منصب خلافت پر فائز ہوئے تو اس وقت مولوی محمد علی صاحب وغیرہ نے یہ اعتراض شروع کر دیا کہ یہ کل کا بچہ ہے ہم اس کی بیعت اور اطاعت کریں؟ اس پر آپؓ نے ایک تاریخی واقعہ بیان فرمایا کہ کوفہ والے بڑی شرارت کرتے تھے جس جس گورنر کو وہاں بھیجا جاتا وہ چند روز کے بعد اس کی شکائتیں کر کے اس کو واپس کروا دیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حکومت میں فرق نہ پڑے ان کی مانتے جاؤ آخر ان کی شرارتیں حد سے گزرنے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گورنر جن کی عمر ۱۹ برس کی تھی کوفہ میں بھیجا جس وقت یہ وہاں پہنچے تو وہ لوگ لگے چہ میگوئیاں کرنے کہ عمرؓ کی عقل (نعوذ باللہ) ماری گئی جو ایک لڑکے کو گورنر بنا دیا اور انہوں نے تجویز کی کہ پہلے ہی دن اس سے گورنر کو ڈانٹنا چاہئے اور انہوں نے مشورہ کر کے یہ تجویز کی کہ پہلے ہی دن اس سے اس کی عمر پوچھی جائے جب دربار لگا تو ایک شخص مسکین شکل بنا کر آگے بڑھا اور بڑھ کر کہا حضرت آپ کی عمر کیا ہے۔ گورنر نے نہایت ہی سنجیدگی سے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے جب صحابہؓ کے لشکر پر حضرت اسامہ کو افسر بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا تو جوان کی اس وقت عمر تھی اس سے دو سال میں بڑا ہوں اسامہ کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی اور بڑے بڑے صحابہؓ ان کے ماتحت کئے گئے تھے کوفہ والوں نے یہ جواب سنا تو خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کے زمانے میں شور نہ کرنا اس سے یہ حل ہو جاتا ہے کہ چھوٹی عمر والے کی بھی اطاعت کریں جب وہ امیر ہو۔ (تقریر منصب خلافت)

اطاعت خلافت اور نزول ملائکہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں خلافت سے تعلق رکھنے والوں کی یہ علامت ہوگی کہ ان کو تسلی حاصل ہوگی اور پہلے صحابہؓ اور انبیاء کے علم ان پر ملائکہ نازل

(باقی صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں)

دو خلفاء۔ دو تحفے

(عبدالمالک لاہور)

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت ہے کہ اپنے انسانوں کی اصلاح کے لئے انبیاء معبوث فرماتا ہے اور وہ ایک تخم ریزی کرنے آتے ہیں ان کے بعد اس کی تکمیل خلفاء کے ذریعہ ہوتی ہے اور ان کو اپنی تائید و نصرت سے نوازتا ہے ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس کی اعانت کرتا ہے اور ہر اس شخص کو ذلیل کرتا ہے جو اس کی تذلیل کا ارادہ کرتا ہے قدیم سے خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یہی سلوک ہے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں، قلم میں، کپڑوں میں گھروں میں غرضیکہ ان کے وجود کے ذرہ ذرہ میں برکت رکھ دیتا ہے اس برکت کا مجھے ذاتی تجربہ بھی ہوا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں دو واقعات تحریر خدمت ہیں جو دو خلفاء کے ساتھ ہوئے اور دو ادوار میں ہوئے۔

۱۔ ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو میری شادی ہوئی اور جنگ کا زمانہ تھا جب حالات سازگار ہوئے اور جنگ ختم ہو گئی تو خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ملاقات کے لئے ربوہ حاضر ہوا۔ معانقہ اور مصافحہ کیا حضور نے مجھے شادی کی مبارک باد دی اور تحفہ دیا جب ملاقات ختم ہوئی تو حضورؒ نے ازراہ شفقت مجھے اپنا رومال جیب سے نکال کر دیا یہ وہ مبارک دن تھا جس نے مجھے اپنے پیارے کی طفیل برکتوں سے نوازا اور بظاہر تو رومال تھا مگر اس کے بعد کیا اپنے اور کیا پرائے دونوں میں یہ دل عزیز بنا دیا اور جس طرح رومال زینت بھی ہے۔ نماز پڑھنے کے کام بھی آتا ہے اور بھی بہت سے فوائد اس سے حاصل کئے جا سکتے ہیں اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے بنی نوع انسان کے لئے مفید بنا دیا اور مقبول خدمت کی توفیق سے نوازا الحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کو جب مجبوراً ہجرت کر کے لندن جانا پڑا اس وقت دلوں کی عجیب حالت تھی غم بھی تھا فکر بھی تھا۔ پریشانی بھی تھی مگر ہر آن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق خوف کو امن میں بدلا اور ہر رنگ میں اپنے پیارے بندے کی تائید فرمائی مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے تقریباً ہر سال جلسہ سالانہ لندن میں شامل ہونے کی توفیق ملی ہے۔ ۱۹۸۷ء میں جلسہ سالانہ لندن پر حاضر ہوا۔ حضور پُر نور سے ملاقات ہوئی حضور سے معانقہ مصافحہ کا شرف ملا۔ حضور کے ساتھ تصویر اتاری جب رخصت ہونے لگا تو حضور نے اپنے دستِ مبارک سے ایک چینی کی بنی ہوئی پلیٹ جس کے باڈر کا رنگ سنہری ہے اور پلیٹ کا رنگ آف وائٹ ہے اس کے درمیان خوبصورت طریق سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ حضور کے پاکستان سے جانے کے بعد اس تحفہ نے میری بہت راہنمائی کی اور ہر رنگ میں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دی ہے اور ہمیشہ اپنے فضل سے دین کی خدمت کی توفیق دی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کے ساتھ ہمیشہ منسلک رکھے اور خلیفہ وقت کے ہر حکم کی کامل اطاعت کی توفیق دے اپنے رضا عطا فرمائے اور انجام بخیر کرے۔ آمین۔

بقیہ۔ اداریہ

دھاکوں کی بات بن جائے گی سالوں کی بات بن جائے گی۔ تم اگر شامل ہو یا نہ ہو جماعت احمدیہ بہر حال تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے جس طرح پہلے اس راہ میں قربانیاں پیش کرتی رہی ہے آج بھی کر رہی ہے کل بھی کرتی چلی جائے گی اور آخری فتح کا سہرا پھر صرف جماعت احمدیہ کے نام لکھا جائے گا پس آؤ اور اس مبارک تاریخی سعادت میں تم بھی شامل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ر اگست ۱۹۹۰ء)

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیوں بیٹھے ہو تم لیل و نہار

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو نسلاً بعد نسلٍ خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(قریشی محمد فضل اللہ)

زیرِ دامانِ خلافت آیئے

پایئے درس حقیقت آیئے
چھوڑیئے اپنی عداوت آیئے
بوئے گل ہائے نبوت سونگھئے
زیر دامانِ خلافت آیئے
دانہ ہائے دُر پروئے جاتے ہیں
ملئے اور کھو جایئے مت۔ آیئے
کیسے قطرہ پا رہا ہے، جانئے
بحرِ بے پایاں کی عظمت آیئے
ایک ہی صف میں ہیں محمود و ایاز
اور ہے قائم امامت آیئے
اک ہمہ گیری تسلسل ربط و ضبط
اور کثرت میں ہے وحدت آیئے
جاں بکف خنداں ہے ناظرؔ دیکھئے
اک مجاہد کی علامت آیئے

(غلام نبی ناظر یاری پورہ کشمیر)

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۷ء

سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۰۶ ویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کیلئے ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰ (جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ) فتح ۱۳۷۶ ہش (دسمبر ۱۹۹۷ء) کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ ابھی سے اس بابرکت جلسہ میں شمولیت کیلئے تیاری شروع کر دیں۔ اور اس جلسہ کی کامیابی کیلئے دعا کرتے رہیں۔

مجلس مشاورت

:- اسی طرح جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی نویں مجلس مشاورت کیلئے سیدنا حضور انور نے ۲۱ر دسمبر ۹۷ء (بروز اتوار) کی تاریخ کی منظوری عطا فرمادی ہے امراء کرام صدر صاحبان سے گزارش ہے کہ شوریٰ کیلئے تجاویز اور نمائندگان کی اطلاع ۳۰ر اکتوبر ۹۷ء تک سیکرٹری شوریٰ کو بھجوا دیں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

درخواست دعا

خاکسار کا بھتیجہ عزیز مکرم منور احمد کراچی میں شدید بیمار ہے اس کی صحت کاملہ کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

لمۃ اللطیف قادیان

قرارداد تعزیت

بروفات محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

(از طرف اراکین عاملہ مجلس انصار اللہ ضلع لاہور)

مجلس انصار اللہ لاہور کا اجلاس عاملہ منعقدہ یکم دسمبر ۱۹۹۶ء محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی وفات پر گہرے اور دلی رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اعزا و اقربا خصوصاً ان کی بیویوں۔ بچوں بھائیوں اور بہنوں کو اس صدمہ کو صبر سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا ہر آن حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کی وفات مورخہ ۲۱ نومبر ۹۶ء کو ہوئی۔ ان کی وفات بلاشبہ "موت العالم موت العالم" کی مصداق ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش سے قبل ان کے والد بزرگوار چودھری محمد حسین صاحب کو ایک کشف کے ذریعہ ان کی پیدائش کی اطلاع دی گئی اور بتلایا گیا کہ ان کا نام "عبدالسلام" رکھا جائے۔ ان کے والد صاحب جھنگ کی معروف شخصیت تھے اور ان کو جماعت احمدیہ سے گہرا لگاؤ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے انٹر میڈیٹ تک تعلیم جھنگ میں ہی حاصل کی گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی کیا کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا۔ ۱۹۷۹ء میں انہیں تھیوری آف یونیفکیشن پر نوبل انعام دیا گیا۔ ۱۹۸۹ء میں انہیں ملکہ برطانیہ نے آنریری نائٹ آف برٹش امپائر بنایا۔ ڈاکٹر صاحب کو دنیا بھر کی مختلف یونیورسٹیوں کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس کی چالیس اعزازی ڈگریاں دی گئیں۔ وہ ۱۹۵۷ء میں امپریل کالج لندن کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۹ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو ستارۂ پاکستان اور پرائڈ آف پرفارمنس دیئے گئے۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۴ء تک صدر پاکستان کے سائنسی مشیر رہے۔ ۱۹۶۴ء میں ٹریسٹ اٹلی مین مس انٹرنیشنل سنٹر فار تھیورٹیکل فزکس قائم ہوا تو ڈاکٹر صاحب اس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے انہوں نے ۴۲ سال برطانیہ میں رہنے کے باوجود برطانیہ کی شہریت حاصل نہ کی اور پاکستانی شہریت کو برقرار رکھا۔ انہوں نے تیسری دنیا کے سائنس دانوں کی اعلیٰ تعلیم کیلئے اہم کردار ادا کیا اور اس غرض کیلئے اپنی تمام تر دولت بھی وقف کر رکھی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۲ نومبر کو نماز جمعہ کے بعد مسجد الفضل لندن میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کندھا بھی دیا۔ حضور انور نے خطبہ میں ڈاکٹر صاحب کی زندگی پر روشنی ڈالی اور خلافت احمدیہ سے ڈاکٹر صاحب کے گہرے لگاؤ کا ذکر فرمایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے فیض کو تاقیامت زندہ رکھے اور خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق جماعت میں ہزاروں عبدالسلام پیدا فرمائے۔ آمین۔

(مرسلہ عبدالمالک آف لاہور نمائندہ الفضل ربوہ پاکستان)

ارشاد نبوی
الدِّینُ النَّصِیحَۃ
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
(منجانب)
رکن جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا:۔
آٹو ٹریڈرز
Auto Traders
16 بینٹولین کلکتہ 700001
دکان۔ 248-5222,248-1652
رہائش۔ 243-0794, 27-0471

A.S. BINNING
Import - Export, Textil - Großhandel
Inh.: Avtar Singh Binning
Lager
Frankenstraße 10 - 20097 Hamburg
(S-Bahn Hammerbrook)
Telefon 040 / 236 95 79 + 23 38 39
Fax 040 / 236 95 80 Tel. privat 040 / 299 53 34

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N 61/57

FAX - 01872 -20105

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516

01872- 20757

DISTT - GURDASPUR, PUNJAB (INDIA).

VOL - 46 THURSDAY, MAY 15/22 97 ISSUE NO 20/21

ہومیوپیتھی طریق علاج کے متعلق آسان اور مفید معلومات

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیو پیتھی اسباق سے مرتّبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار۔

(قسط نمبر ۲۸)

کونیم میکولیٹم

CONIUM MACULATUM

(Poison Hemlock)

کونیم کا زہر ایک پودے سے حاصل کیا جاتا ہے جسے شیکران (Hemlock) کہا جاتا ہے۔ یہ پودا دنیا کے اکثر علاقوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ کونیم کا لفظ یونانی لفظ Konas سے لیا گیا ہے جس کا مطلب چکر دینا ہے اگر اس پودے کے زہر کو کھا لیا جائے تو موت سے پہلے شدید چکر آتے ہیں۔ دسویں صدی میں اس زہر کو بطور دوا بھی استعمال کیا گیا خصوصاً غدودوں بیماریوں میں مرگی اور کالی کھانسی کے لئے اس سے استفادہ کیا گیا لیکن اس کے شدید اور گہرے زہریلے اثرات کی وجہ سے آہستہ آہستہ اس کا استعمال کم ہوتا گیا اور پھر بالکل متروک ہوگیا۔ روم اور یونان کی سلطنت میں اسے قانونی طور پر بطور زہر استعمال کیا گیا اور یہی وہ زہر ہے جس کا پیالہ سقراط کو پیش کیا گیا۔ یہ زہر جسم کو مکمل طور پر مفلوج کر دیتا ہے اور فالج پاؤں سے شروع ہو کر اوپر کی طرف جاتا ہے۔ موت سے پہلے شدید چکر آتے ہیں، تشنج ہوتا ہے اور پھر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ اس زہر سے تیار کردہ ہومیوپیتھک دوا کونیم میں بھی چکروں کی علامت پائی جاتی ہے۔ بعض ہومیوپیتھک ادویہ مثلاً بیلاڈونا جلسیمئم اور کاکولس میں بھی کھلے اور واضح طور پر چکر پائے جاتے ہیں لیکن کونیم کا ان دواؤں سے اس لحاظ سے فرق ہے کہ اس میں بسااوقات لیٹے ہوئے چکر آتے ہیں، بستر گھوم جاتا ہے اور آنکھ کی ذرا سی حرکت کرنے سے بھی چکر آ جاتے ہیں۔ نوجوان بیوائیں یا ایسی خواتین جن کی شادی نہ ہوسکے ان کے دبے ہوئے جذبات اور کیفیات چکروں میں تبدیل ہو جائیں تو کونیم اس کی دوا ہے ایسی عورتوں کی نظر کی کمزوری کے لئے بھی کونیم مفید دوا ہے۔ کونیم غدودوں کی سختی اور گانٹھوں کی علامتوں میں بھی مفید ہے۔ ان علامتوں کے ساتھ عموماً درد محسوس نہیں ہوتا یہاں تک کہ یہ علامتیں بڑھ کر کینسر میں تبدیل ہو کر اپنے آخری مقام تک پہنچ جاتی ہیں اس لحاظ سے کونیم بہت خطرناک چیز ہے کہ اس کی بیماری موجود ہونے کے باوجود خطرے کا الارم نہیں بجاتی۔ معدے کے کینسر میں کونیم چوٹی کی دوا ہے اور بسااوقات استعمال ہوتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ علامات کا علم بہت دیر سے ہوتا ہے۔ جب مریض شفا پانے کی طاقت رکھتا ہو اس وقت کونیم دیں تو فائدہ ہوگا لیکن اگر دیر ہو جائے تو کونیم صرف آرام مہیا کرتا ہے اور زندگی نسبتاً آسان ہو جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ اتنا نمایاں فرق پڑتا ہے کہ لگتا ہے کہ کینسر غائب ہوگیا ہے لیکن معدے کے کینسر کا علاج دیر سے شروع ہو تو وہ غائب نہیں ہوتا بلکہ کچھ دیر کے لئے دب جاتا ہے۔ کونیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تین سے چار سال تک آرام کی مدت بڑھا دیتی ہے لیکن دوبارہ ضرور حملہ ہوتا ہے اس لئے کونیم کی دوسری علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے فوراً علاج شروع کر دینا چاہئے خواہ یہ علم ہو یا نہ ہو کہ معدے کا کینسر ہے۔

کونیم میں ٹھنڈ سے تکلیف بڑھتی ہے جو غدود سوج جائے وہ وہیں اسی حالت میں رہ جاتا ہے واپس اپنی اصل حالت میں نہیں جاتا۔ اس میں زخم بننے کا رجحان ہے ان زخموں کے اردگرد چھالے بن جاتے ہیں۔ معدے میں السر پیدا ہوتا ہے جو اگر ٹھیک نہ ہو تو کینسر بن جاتا ہے۔ بسااوقات یہ کونیم کی علامت ہوتی ہے کیونکہ اس کے السر باسانی پہچانے نہیں جاتے۔ گردن کے دونوں طرف سوجے ہوئے غدودوں کا سلسلہ نیچے تک اترتا چلا جاتا ہے ان میں مواد پیدا ہوتا ہے جو غدودوں کو سخت کر دیتا ہے اور بیماری بڑھتی جاتی ہے۔ اگر وہ ٹھیک بھی ہو جائے تو غدود اپنی جگہ پر واپس نہیں آتے۔ بغلوں کے غدود سوج جاتے ہیں اور ان میں زخم بننے کا رجحان ہوتا ہے۔ عورتوں کے سینے میں بھی چھوٹی چھوٹی گانٹھیں اور ابھار سے بننے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ کونیم میں ایک علامت براسٹا کارب سے مشابہ بھی پائی جاتی ہے۔ براسٹا کارب میں جلد کے اندر چربی کی گٹھلیاں بنتی ہیں جو بڑی ہو کر بہت بھدی اور بدزیب دکھائی دیتی ہیں اگر وہ براسٹا کارب سے ٹھیک نہ ہوں تو دوسری دواؤں کی طرف توجہ کرنی چاہئے کیونکہ بعض دفعہ وہ چربی کی گٹھلیاں نہیں ہوتیں بلکہ چھوٹے چھوٹے غدود سوج جاتے ہیں۔ اگر غدودوں میں سوزش ہو تو کونیم شروع کروانی چاہئے۔ پہلے ۳۰ طاقت میں پھر رفتہ رفتہ پوٹینسی کو بڑھانا چاہئے۔ اگر ان غدودوں میں باقاعدگی پائی جائے تو زیادہ امکان ہے کہ یہ کونیم کی علامت ہے اگر ادھر ادھر بےترتیبی سے پھیلے ہوئے ابھار ہوں تو وہ عموماً چربی کے جمع ہونے سے بنتے ہیں۔ کینسر کی گٹھلیاں جو جلد پر ظاہر ہو جائیں کونیم ان میں جلد مفید ثابت ہوتی ہے کیونکہ ابتداء میں ہی کینسر کا علم ہو جاتا ہے۔ کینسر کے ابھار جلد کے قریب ہوں اور پھٹ کر ان میں زخم بننے لگیں تو خالص شہد کا لیپ کرنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے، یہ بات جدید سائنسی تحقیق سے بھی ثابت ہو چکی ہے کہ جہاں کوئی اور مرہم کام نہیں کرتا وہاں شہد حیرت انگیز فائدہ پہنچاتا ہے بلکہ بعض قابل ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اس سے مکمل شفا بھی ہو جاتی ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فیہ شفاء للناس۔ کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا رکھی گئی ہے ہمیں اس کی ہمیشہ تلاش کرتے رہنا چاہئے کیونکہ ابھی تک شہد سے وابستہ شفا کا نظام جاری نہیں ہوا اتفاقاً شہد کی خوبیوں کا علم ہوتا رہتا ہے آنکھوں کی تکلیفوں میں بہت مفید پایا گیا ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ اس میں ایک پورا نظامِ شفا ہے جس تک ہماری رسائی نہیں ہوئی اس لئے ہومیوپیتھک علم کے حصول کے دوران شہد پر بھی تحقیق کرتے رہیں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ مختلف الوانہ فرمایا ہے کہ ان کے رنگ جدا جدا ہیں جس کا مطلب ہے کہ ہر شہد ہر بیماری میں اثر انداز نہیں ہوگا اس کا رنگوں سے بھی تعلق ہے اور رنگوں کا پھولوں، موسموں اور علاقوں سے بھی تعلق ہے یعنی شہد ایک دوا نہیں بلکہ سینکڑوں دواؤں کی نوع کا نام ہے ہر ملک میں وہاں کے شہد پر تحقیق ہونی چاہئے کہ کن پھولوں سے بنتا ہے اور ان پھلوں اور پھولوں کا کیا مزاج ہے۔ اور کیا انہیں طب میں استعمال کیا گیا ہے یا نہیں۔ جس طرح چین میں بہت وسیع پیمانے پر ان جڑی بوٹیوں پر تحقیق ہوئی تھی جو کبھی طب میں استعمال ہوا کرتی تھیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا تھا کہ وہ دوائیں ایلوپیتھک دواؤں کے مقابل پر زیادہ بہتر ہیں اور بہت سستی بھی ہیں دوسرے ان دواؤں میں ایسے ایسے عجیب و غریب اثرات ملے ہیں جو ایلوپیتھک دواؤں کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھے۔ ساری دنیا کے احمدیوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے علاقہ میں شہد پر تحقیق کریں کہ وہاں کونسی بیماریاں ہیں اور کونسا شہد مفید ثابت ہوتا ہے خود بھی تجربے کریں کیونکہ یہ ہمارا مذہبی فریضہ بھی ہے۔

کونیم میں جسم پر لرزہ، تشنج، جھٹکے، کمزوری اور چکر پائے جاتے ہیں۔ مثانہ کمزور ہو جاتا ہے اور جگر بڑھ جاتا ہے اور اس میں غدود بھی پھول جاتے ہیں۔ پیشاب خارج کرنے میں دقت ہوتی ہے پوری طرح فراغت نہیں ہوتی۔ یہ پراسٹیٹ گلینڈ کی خرابی کی خاص علامت ہے چونکہ کونیم میں کینسر بھی پایا جاتا ہے اس لئے آغاز میں ہی کونیم ضرور دینی چاہئے خواہ باقی علامتیں موجود ہوں یا نہ ہوں کیونکہ اگر کونیم وقت پر مل جائے تو یہ علامتیں کینسر میں تبدیل نہیں ہوتیں۔ اگر پراسٹیٹ کا کینسر ہو جائے تو سلیشیا ایک لاکھ میں دینے سے نمایاں فرق پڑتا ہے۔ کوکس میں بھی پراسٹیٹ گلینڈ کی خرابی پائی جاتی ہے۔ گردے اور مثانے میں رکاوٹ کی وجہ سے پیشاب پوری طرح نہیں آتا، کچھ دیر کے بعد رک جائے گا۔ کونیم اور کوکس میں فرق یہ ہے کہ کونیم میں یہ کیفیت مستقل نہیں ہے بلکہ وقتی تشنج کے نتیجہ میں ہے جبکہ کوکس میں یہ مستقل علامت ہے۔

کونیم کی دماغی علامتوں میں یادداشت کی کمزوری اور عمومی دماغی کمزوری جس سے مریض سوچ بچار نہیں کر سکتا پائی جاتی ہیں۔ بچوں میں پاگل پن کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں بعض بچوں میں یہ علامات پیدائشی ہوتی ہیں۔ دماغ میں طاقت نہیں ہوتی، بےوقوفی کی حرکتیں کرتا ہے۔ کونیم اگر دماغ پر اثر کرے تو پاگل پن کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اگر وقت پر علاج نہ کیا جائے تو مریض بالکل پاگل ہو جاتا ہے لیکن اس کے پاگل پن میں شدت اور جوش و خروش نہیں پایا جاتا۔ بلکہ خاموش بیٹھا رہتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز سے بےتعلق اور بےنیاز ہو جاتا ہے، گہری اداسی پاگل پن کا خاص نشان ہے۔

کونیم کی بیماریوں میں چودہ دن کا ایک چکر پایا جاتا ہے۔ ہر چودہ دن کے بعد کونیم کی تکلیفوں میں نمایاں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ چودہ دن کا دور آرسنک میں بھی پایا جاتا ہے لیکن یہ باقی علامات میں آرسنک سے مختلف ہے۔

کونیم کا مریض چڑچڑا، بدمزاج اور غصیلا ہوتا ہے لیکن غصہ میں شدت نہیں پائی جاتی، چھوٹی چھوٹی باتوں سے گھبرا جاتا ہے اور بےچینی اور اکتاہٹ کا اظہار کرتا ہے۔

کونیم کے مریض کے لئے شراب اور الکحل وغیرہ ناقابل برداشت ہے نشہ آور چیزوں سے لرزہ، دماغی اور جسمانی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ سر میں سخت درد ہوتا ہے۔

کونیم کی بہت سی علامتیں کاکولس سے ملتی ہیں دونوں میں چکر پائے جاتے ہیں لیکن دونوں کے چکروں میں یہ فرق ہے کہ کونیم میں لیٹے لیٹے چکر محسوس ہوتے ہیں اور سارا بستر گھوم جاتا ہے جبکہ کاکولس میں کان کے سیال مادہ کا توازن بگڑنے پر چکر شروع ہوتے ہیں، چہرہ کا رخ موڑتے ہوئے چکر آتے ہیں۔ نظر اور فالجی کمزوریوں سے بھی چکر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اور مشابہتیں حیرت انگیز ہیں مثلاً آہستہ آہستہ فالج کا ہونا نچلی ٹانگوں کا فالج اور کمزوری یا چہرے کے ایک طرف کے فالج کا کونیم اور کاکولس سے بہت تعلق ہے۔ ان بیماریوں میں یہ دونوں دوائیں اتنا قریب آ جاتی ہیں کہ انہیں بعض اور علامتوں سے پہچاننا چاہئے۔ کاکولس میں غدودوں کے پھولنے کا کوئی نشان نہیں ملتا جبکہ یہ کونیم کے مزاج کا لازمی حصہ ہے گلا خراب ہوتے ہی کان کے نیچے اور پیچھے غدود سوج جاتے ہیں۔ بعض اوقات کینسر اور تپدق کی بیماریوں میں بھی غدودوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ کونیم میں بازوؤں اور ٹانگوں اور سارے بدن پر گٹھلیاں ابھر آتی ہیں اس پہلو سے کونیم کاکولس سے مشابہ ہونے کے باوجود اس سے الگ بھی ہو جاتی ہے مگر فالجی کمزوریاں اس میں بہرحال پائی جاتی ہیں۔ اس کے فالج میں جسم سن ہونے کا احساس اور درد بھی پایا جاتا ہے بسااوقات درد نہیں بھی ہوتا لیکن سن ہونے کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ اگر چکروں کی علامت بھی ہو تو بلاتردد کونیم شروع کروادیں۔

کونیم غم کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اثرات سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ غم کا پہلا اثر ذہن پر یادداشت کی کمزوری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کسی محبوب ہستی کی جدائی سے یادداشت متاثر ہو جائے تو اس میں کونیم یاد رکھنی چاہئے۔ دوسرا رفتہ رفتہ پاگل پن کی طرف رجحان ہو یا فالج شروع ہو جائے، کوئی غم اثرانداز ہو جائے تو مریض کھویا کھویا رہتا ہے۔ ہر چیز سے دلچسپی ہٹ جاتی ہے۔

کونیم میں جلد کی بےحسی اور سن ہونے کی علامات پائی جاتی ہیں۔ جہاں کہیں بھی کونیم کی تکلیفیں پائی جائیں گی وہاں جلد کے سونے کا احساس بھی ضرور پایا جائے گا۔ آنکھ کے پپوٹے کا فالج بھی کونیم کا خاصہ ہے۔ عموماً کونیم میں زخموں اور غدودوں کے سوجنے کی کیفیت میں درد نہیں ہوتا سوائے ایک استثناء کے کہ جب اعصابی ریشوں پر اثر ہو تو نیزہ چبھنے کی طرح شدید درد ہوتا ہے اس لئے اعصابی ریشوں کے دردوں میں کونیم بھی دوا ہو سکتی ہے اس میں سلفر کی طرح اعصابی تکلیفوں میں سر کے اوپر جلن کا احساس بھی ہوتا ہے اور درد میں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے ٹانکہ بھر دیا ہو۔

آنکھوں میں سوزش ہو تو روشنی سے زود حسی ہو جاتی ہے اور طبیعت گھبراتی ہے لیکن کونیم میں اگر آنکھ میں ورم اور سوزش کی کوئی علامت نہ پائے جائے پھر بھی روشنی سے طبیعت گھبراتی ہے اور آنکھوں سے پانی بہتا ہے۔ یہ کونیم کی خاص علامت ہے۔

کونیم السر اور زخموں کے رجحان کے لئے مفید ہے یہاں تک کہ کورنیا (آنکھ کی پتلی) کے زخم میں بھی مکمل شفا بخشنے کی طاقت رکھتی ہے۔ آنکھ کے پپوٹے بوجھل ہو جائیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ کچھ ہونے والا ہے کیونکہ کونیم کا فالج آہستہ آتا ہے اگر اسی وقت کونیم دے دی جائے تو فوری طور پر بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اگر فالج ہو جائے تو پھر ٹھیک ہونے میں بہت وقت لیتا ہے۔

بعض دفعہ غذا کی نالی کے پٹھوں میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے جس سے نگلنے میں دقت ہوتی ہے۔ اس میں بعض اور دوائیں بھی مفید ہیں کونیم بھی مفید ہے۔ سکوٹا وروسا کی وجہ سے ہو تو تشنج کی وجہ سے غذا نگلنی مشکل ہوتی ہے۔ ہائیڈرو فوبینم اور سڑاموںیم سانس کی نالی کے تشنج میں استعمال ہوتے ہیں لیکن ہائیڈرو سائنیک ایسڈ دونوں قسم کی نالیوں کی تکلیفوں میں کام کرتی ہے۔ کونیم میں تکلیف آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، شروع میں ہی کونیم دے دینی چاہئے تاکہ تکلیف وہیں رک جائے۔

بسااوقات عورتوں میں رحم نیچے گرنے کا احساس ہوتا ہے اور بوجھل پن نمایاں ہوتا ہے۔ خاوند کی وفات یا علیحدگی کے غم کے نتیجہ میں رحم میں فالجی علامات پیدا ہو جائیں جو آہستہ آہستہ بڑھیں، جلد کے سن ہونے کا احساس اور ہاتھ پاؤں کا سونا ہو اور چکر بھی پائے جائیں تو کونیم ضروری دوا ہے۔ رحم کے مونہہ پر سوزش ہو جائے تو فوراً کونیم شروع کروادیں کیونکہ یہ سوزش رفتہ رفتہ کینسر میں تبدیل ہو سکتی ہے جو نہایت خطرناک ہے۔

کونیم عورتوں اور مردوں کی جنسی امراض میں بھی مفید دوا ہے اگر حیض کے ابتدائی ایام میں خون کی مقدار کم ہو تو رحم میں تشنج ہو جاتا ہے ایسی صورت میں کونیم سب سے پہلے ذہن میں آنی چاہئے۔ کونیم میں سینے اور سارے جسم میں گٹھلیاں اور ابھار بننے کا رجحان ہوتا ہے۔ کونیم میں چھوٹے چھوٹے ابھار آہستہ آہستہ بنتے رہتے ہیں اور ان میں کینسر کا کوئی نشان نہیں ہوتا لیکن فاسٹولاکا میں بڑے بڑے ابھار ہوتے ہیں اور عموماً دودھ پلانے کے زمانہ میں زیادہ بنتے ہیں۔ کونیم کا رضاعت کے زمانہ سے تعلق نہیں ہے۔ برائیونیا میں گٹھلیاں نسبتاً بڑی اور سخت ہوتی ہیں جن میں ہلکی سی حرکت سے بھی درد بڑھتا ہے۔

بعض لوگوں کو بستر میں لیٹ کر کھانسی زیادہ ہو جاتی ہے اگر نزلہ کے دوران ایسا ہو جبکہ آنکھوں سے بھی پانی بہتا ہو تو اس میں یوفریزیا سب سے پہلے دینی چاہئے۔ یوفریزیا میں آنکھ کا پانی سرخی اور جلن پیدا کرتا ہے، لیٹنے کے بعد وہ پانی باہر آنے کے بجائے اندر گلے میں اترتا ہے اور خارش پیدا کرتا ہے اس لئے سونے کے ایک دو گھنٹے کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے اور کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ کونیم میں لیٹنے سے بعض تکلیفوں کے بڑھنے کا تعلق ہے۔ چکر اور کھانسی رات کو زیادہ ہو جاتی ہے۔ برومیم کی تکلیف بھی رات کو بڑھ جاتی ہے۔

کونیم کے پسینہ کی ایک خاص علامت ہے اس میں سر کا پچھلا حصہ اور کمر پسینہ سے بھیگ جاتی ہے۔ یہ پسینہ رات کو سونے یا آنکھیں بند کرنے سے شروع ہوتا ہے۔

تقریب آمین

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا اکلوتا بیٹا اعجاز احمد خان سلمہ نے جس کی عمر تقریباً دس سال ہے ناظرہ قرآن مجید ختم کر لیا ہے۔ الحمدللہ مکرم صدر صاحب جماعت احمدیہ عادل آباد نے جو عزیز کے بڑے تایا بھی ہیں کسی قدر حصہ قرآن مجید کا سنکر احباب سمیت دعا کرائی۔ بزرگان احباب سلسلہ کی خدمت میں بیٹے کے بابرکت مستقبل کیلئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

(بشریٰ جاوید عادل آباد آندھرا)

سیٹنگ و کمپوزنگ : کرشن احمد قادیان۔ مصباح الدین قادیان